

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَعَلَىٰ سُنَّةِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ

کی

شہرہ آفاق و معرکہ الآزار کتاب

تَقْوِیَةُ الْاِمَانِ

مقدمہ تعارف مصنف اعجازی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7321118

بہارِ شریعت
۲۰-۸-۵۹

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر
۴	عزمِ ناشر	۱
۶	مقدمہ	۲
۱۳	حالاتِ مصنف	۳
۲۴	توحید و شرک کے بیان میں - پہلا باب :-	۴
۳۸	شرک سے بچنے میں، یعنی اس فصل میں پہلی فصل :-	۵
	محلِ شرک کی برائی کا ذکر ہے -	
۵۱	شرک فی العلم کی برائی کے بیان میں - دوسری فصل :-	۶
۶۳	اشراک فی التفرق کی برائی کے بیان میں - تیسری فصل :-	۷
۸۰	اشراک فی العباد کی برائی کے بیان میں - چوتھی فصل :-	۸
۱۰۰	اشراک فی العادات کی برائی کے بیان میں - پانچویں فصل :-	۹

عرضِ ناشر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنی عمر کے اخیر دور میں مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے، انہوں نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل مدینہ منورہ میں مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی سے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقویۃ الایمان" کا عربی میں ترجمہ کر دیں، حضرت شیخ الحدیث کا اصرار اتنا بڑھا کہ فرمایا آپ یہیں مدینہ منورہ میں اس کام کا آغاز فرمادیں، چنانچہ حضرت مولانا نے اپنی واپسی سے چند گھنٹہ قبل مسجد نبوی کی روح پرورد فضا میں اس کام کا آغاز فرمادیا، مولانا مدظلہ نے اس کتاب کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اس پر ایک گرانقدر مقدمہ اور صحت کتاب کے مختصر مگر جامع حالات زندگی کی دلکش تصویر کشی بھی کی جو سیکڑوں صفحات پر بجاری ہے، مولانا مدظلہ نے کتاب میں جگہ جگہ بہت ہی قیمتی تشریحی حواشی اور جلیل القدر علماء و مشائخ طریقت کے تائیدی بیانات و ارشاد اہم نقل فرمائے،

یہ کتاب رسالۃ التوحید کے نام سے شائع ہوئی اور اس کو بلاذعربہ میں شرف قبول حاصل ہوا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل نصاب کر لی گئی۔

ناچیز ناشر کو دارالعلوم میں درس تدریس کی سعادت حاصل ہے

کتاب رسالۃ التوجید کو بھی پڑھانے کی سعادت حاصل رہی، دولان مطالعہ کتاب کے حواشی کی غیر معمولی افادیت و اہمیت محسوس ہوئی اور خیال پیدا ہوا کہ اگر ان حواشی کا ترجمہ اردو میں ہو جائے اور اصل کتاب ان قیمتی حواشی کے ساتھ شائع ہو جائے تو اللہ سے امید ہے کہ اصل کتاب کی طرح یہ حواشی بھی مشرکانہ و مبذرانہ رسم و رواج کا خاتمہ کریں گے۔

ہم اپنے محترم استاذ مولانا شمس الحق صاحب ندوی (ایڈیٹر تعمیر حیات اور مولانا مظلہ العالی کی کئی کتابوں کے مترجم) کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا اور حواشی کا ترجمہ کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر دے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مظلہ العالی کے ملاحظہ فرم لینے کے بعد ہم اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول بنائے اور مؤلف، مترجم اور ناشر کی سعی کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(مولانا) محمد رضوان ندوی

فاضل مدینہ یونیورسٹی،



پیش لفظ و تعارف

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ؕ اٰمَنَّا بِكَ

ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت رہی ہے اور ہے جو بہت صاف اور واضح عبارت میں ہو بہترین انداز سے اس کا آغاز ہوا ہو۔ کتاب کی سطح سطح سے مصنف کا اخلاص ظاہر ہوتا ہو۔ وہ اہل زمانہ کے سامنے ان کا مقصد زندگی اور انبیاء کرام اور تمام رسولوں کی بعثت کے مقصد و منشاء کو کھول کر بیان کرے۔ جو صرف خدا کی عبادت کی دعوت دینے آتے ہیں۔ اور خوف ورجا کا مرجع اس کو بتاتے ہیں۔ اس سے داد و فریاد کرنا، اس کے سامنے روننا اور گرا گڑا کرنا سیکھتے ہیں۔ خدا کا مخلص بندہ اور دین کا عالم جب اپنے ماحول میں ان عقائد اور عادات کو پھیلنے دیکھتا ہے جن کی تاریخ گہنی کے لیے آسمانی مذاہب آئے، آسمانی صحیفے نازل ہوئے، اس کا مقابلہ کرنے اور اس سے چھٹکارا دلانے کے لیے رسول بھیجے گئے اور اب لوگ ان عقائد سے بالکل ناواقف

ہو گئے ہیں، ہمسایہ غیر مسلم قوموں کی نقل و تقلید میں مبتلا ہیں۔ تو اس کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کھل کر پوری صفائی کے ساتھ توحید کی دعوت دی جائے۔ اور وہ بلا خوف و ترمیم اس فریضہ کو انجام دیتا ہے۔

پیش نظر کتاب تقویۃ الایمان ایسی کتاب ہے جو توحید کی دعوت اور حقیقت توحید کو بے لاگ طریقہ پر بیان کرنے کا رمز و شعار بن گئی ہے، برصغیر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے اتنی بڑی تعداد کو فائدہ پہنچایا جس کا شمار محال ہے ان کی تعداد بلاشبہ (جیسا کہ بعض اہل نظر نے لکھا ہے) لاکھوں انسانوں تک پہنچتی ہے جس زمانہ میں یہ کتاب کھی گئی تھی، دینی تعلیم یکسر نایاب نہ تھی لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی کثیر تعداد یہاں کی اکثریت کے خیالات، عادات و اطوار اور رسوم و عادات سے متاثر ہو چکی تھی، دوسری طرف جرات مند اور عام فہم طریقہ پر دین خالص کی دعوت و تقسیم کی کوششیں اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہو گئی تھیں۔

اسی صورت حال کو دیکھ کر مصنف کتاب کا دل زخمی اور پارہ پارہ ہوتا تھا، کتاب کی تاثیر و مقبولیت کو اسلام پر آنسو بہانے والی ان آنکھوں اور اس دین کو زندہ کرنے کی راہ میں بہائے جانے والے ان کے پاکیزہ خون اور مسلم معاشرہ کو جاہلیت کے اثرات سے پاک کرنے والی کوششوں اور ایسی شرعی حکومت کے قیام کی (جو شریعت کی اساس پر ہو) ان کی ان کاوشوں نے بھی بڑھا دیا۔ مصنف کتاب نے دعوت کے ساتھ ساتھ دعا و انابت، الحاح و تفریح، جہاد کے ساتھ کوشش و کاوش اور اعلان حق کے ساتھ راہنہ میں جان عزیز تک جان آفریں کو پیش کر دی، یہی توحید کی اصل روح، اخلاص کا منہا، کمال صداقت اور تمغہ و فادائیگی ہے۔ ایسے ہی وعدے کے پتھوں اور عہد کے پکوں کے

لے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "سیرت سید احمد شہید" از راقم، "حیات طیبہ" از مرزا حیرت

"جب ایمان کی بہار آئی" از راقم

بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ
صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ
عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ حَقَّهُ
وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا
بَدَّلُوا بَدِيلًا

مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں جو اقرار
نہوں نے کیا تھا اس کو پورا کر دکھایا
تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے ناخ
ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں
اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی
نہیں بدلا۔

(احزاب ۲۳)

اس کتاب کو وہ مقبولیت اور تاثیر حاصل ہوئی جو کبار مخلصین علماء ربانیوں اور
تجدیدی کام کرنے والے داعیوں کی کتابوں کو حاصل ہوتی ہے۔
کتاب کی قوت تاثیر کا سبب حقائق کو بے لاگ و دو ٹوک طریقہ پر بیان کرنا اور
معاشرہ میں پھیلے ہوئے امراض ہشرکانہ رسوم اور دین سے انحراف کی شکلوں کی
نشان دہی ہے جو دکھتی رنگ پر ہاتھ رکھتی ہے۔ اخیر زمانہ میں مشائخ اور بزرگوں کی
تقدیس و تعظیم میں مسلمان جس غلو و جہالت اور ہمایہ اقوام کی نقل و تقلید کے جس
فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے کتاب ان ساری کمزوریوں کو خوب کھول کر بیان کرتی
ہے لوگوں کا یہ مزاج بن گیا تھا کہ وعظ و تقریر یا علمی مضامین میں شرک و توحید
کا جو اجمالی اور عمومی ذکر ہوتا تھا وہ اپنے کو اس کا مخاطب نہیں سمجھتے تھے ضرورت
تھی کہ ان کمزوریوں اور بیماریوں کو کھول کر بیان کیا جائے جن میں یہ مبتلا تھے اور ان
غلطیوں کی نشان دہی کی جائے جن کے وہ عادی ہو گئے تھے۔ ان شخصیتوں، جگہوں
اور رسوم و رواج کی حقیقت کو جن کو انہوں نے مقدس قرار دے رکھا تھا واضح کیا جائے
جب تک ایسا نہ کیا جائے گا سمجھیں گے کہ اس تردید و تنقید کا تعلق پرانے زمانہ کے
مشرکین اور زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے ہے۔
لیکن یہ وعظ و مضمون نگار جب ان کی زندگی کے اندر اتر کر غلط باتوں کو بیان

کتاب ہے اور ان کے غلط عقیدوں اور بیماریوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ متعین طور پر ان فتنوں کو اس طرح بتاتا ہے کہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ تو وہ اس مقرر اور واعظ کے مخالف ہو جاتے ہیں اور کھلم کھلا اس سے دشمنی کرنے لگتے ہیں یہ خطہ وہی داعی مولے سکتا ہے جو مخلص ہو اور دعوت اس پر طاری ہو جائے۔ احساس فرض کا اس پر غلبہ ہو، اس کو قرآن کریم اور انبیاء کرام کے طریق دعوت کا حقیقی لطف آنے لگے۔ پھر اس کو اس کی پروا نہ ہوں گی کہ لوگ پسند کریں گے یا ناراض و خفا ہوں گے۔ اس کو بس اس کی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ قرآن کا پیغام سنائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اپنے ضمیر کو مطمئن کرے اور ادائیگی فرض سے سبکدوش ہو۔

اس موقع پر تاریخ دعوت و عزیمت میں دوسری صدی ہجری کے شروع میں حضرت حسن بصری کی قوت تاثیر اور اس وقت کے معاشرہ پر ان کے گہرے اثرات کے بارے میں جو کچھ راقم نے لکھا ہے اس کو نقل کرنا مناسب ہو گا اس کا کیا راز تھا کہ اس وقت کا معاشرہ اس سے جاہل نہیں برت سکا۔

خواجہ حسن بصری کی دعوت و اصلاح کی طاقت و تاثیر میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ انہوں نے زندگی کا ایک سراپہ دیکھا اور سوسائٹی کی اصل بیماری کی طرف توجہ کی ان کے زمانہ میں بہت سے واعظ اور داعی تھے لیکن اس زمانہ کے معاشرہ نے کسی کے وجود اور کسی کی دعوت کو اس طرح محسوس نہیں کیا جس طرح حسن بصری کے وجود اور ان کی دعوت کو محسوس کیا۔ اس لیے کہ ان کی تقریروں اور ان کے درسوں سے اس بگڑے ہوئے معاشرہ پر زد پڑتی تھی وہ "نفاق" کی حقیقت بیان کرتے تھے اور یہ نفاق ایک مرض تھا جو اس سوسائٹی میں پھیل رہا تھا وہ منافقین کے اوصاف و اخلاق بیان کرتے تھے اور یہ اوصاف و اخلاق بہت سے لوگوں میں پائے جاتے تھے جو حکومت، فوج اور تجارت میں پیش پیش تھے اور زندگی میں نمایاں تھے وہ عزت

فراموشی اور دنیا طلبی کے بحران کی مذمت کرتے تھے۔ اور بکثرت لوگ اس وبا کا شکار تھے وہ موت اور آخرت کی تصویر کھینچتے تھے اور ان حقیقتوں کو مستحضر کرتے تھے اور مترنین اور عافلیں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس کی زندگی ان چیزوں کے بھلائے رکھنے میں تھی

غرض ان کی دعوت ان کے مواعظ اور ان کے اصلاحی درس اس زمانہ کی خواہشات و اعتراض سے اس طرح متصادم تھے کہ اس زمانہ کی سوسائٹی کے لیے ان سے غیر متعلق رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بکثرت لوگ ان کی تقریروں اور مجلسوں سے چوٹ کھا کر پچھلی زندگی سے تائب ہوتے تھے اور نئی زندگی اختیار کرتے تھے پچھ کتاب میں جن رسوم و عادات اور مقامات کا تذکرہ آتا ہے ان کی تشریح کر دی گئی ہے اس لیے کہ مور زمانہ اور بعد مکانی کی وجہ سے اس عہد اور نسل کے اکثر لوگ ان سے ناواقف ہیں۔

ہم نے بعض دیگر علماء کرام اور ائمہ عظام کی وہ عبارتیں بھی نقل کر دی ہیں جن سے اس کتاب میں مندرج بعض ان عبارتوں اور انداز بیان کی تائید ہوتی ہے جن کے بارے میں بعض حلقوں کی طرف سے سخت اعتراض اور مخالفت کی آواز بلند ہوئی اور فتوے بھی جاری ہوئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ زمانہ ماضی کی مستند اور متفق علیہ شخصتوں نے بھی اس میں صاف بیانی سے کام لیا۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور دینی اصلاح و تجدید کی تحریکوں اور گوشوں سے واقفیت رکھنے والے اصحاب نظر و اہل علم کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے پچھلی صدیوں میں قرآن مجید کی تعلیم و تفہیم (عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر اور معقولات و فنون کی تعلیم و تدریس کے غلبہ کی وجہ سے) اور حدیث کی کتابوں کی تعلیم

دندیس میں سخت انحطاط آ گیا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کھل کر دین و عقیدہ کی دعوت دینے، حق و باطل میں فرق کرنے اور مغز و پوست میں تمیز پیدا کرنے کے لیے کچھ مخلص علماء دین اور مصلح داعیوں کو کھڑا کیا جن میں سب سے پیش پیش امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد مرہندؒ اور ان کے خلفاء تھے ان کے بعد حکیم الاسلام شاہ ولی اللہؒ (بن شاہ عبدالرحیم دہلوی) اور ان کا خاندان تھا پھر وہ علماء کبار فقہاء اور محدثین بھی اس قافلہ میں شامل ہوئے جنہوں نے اس خاندان سے اکتساب فیض کیا تھا۔

یہ وہ اسباب و محرکات تھے جنہوں نے مؤلف کتاب کو جو خالص ہندوستانی ماحول اور اس تہذیب کے مرکز میں پلے بڑھے تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ذکاوت حس اور صاف گوئی سے کام لیں اور دین کی بات پوری قوت کے ساتھ پیش کریں کسی کی تنقید و ملامت اور خواص دعوا کی ناراضگی کی کوئی پروا نہ کریں۔ اگر ان کو زندگی و فاقہ کرتی اور ان کو ہندوستان میں رہنے اور دعوت دینے کا موقع ملتا تو وہ یہ کام تدریجاً انجام دیتے اور آہستہ آہستہ ذہنوں کو تیار کرتے اور مناسب نچوڑک دیتے لیکن وہ ہندوستان چھوڑنے پر مجبور تھے، راہ خدا میں جہاد و شہادت کا عہد ہی خواں شوق آگیاں آواز میں انہیں آواز دے رہا تھا۔ لہذا اتمام حجت اور ادائیگی فرض کے احساس نے ان سے یہ کتاب لکھوائی اور انہوں نے اپنے پیچھے یہ یادگار چھوڑی کہ اس کے ذریعہ لوگ حق کی طرف لوٹیں۔

یہ بات ہندوستان ہی کے لیے خاص نہ تھی جو مرکز اسلام اور بیٹا وحی سے دور ہے اور وہاں اسلام عجمی ملکوں سے گذر کر اپنی تازگی اور قوت تاثیر کو بہت کچھ کوکھ چھوٹا تھا۔ بلکہ ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں ان غیر عرب قوموں کے اثر سے جوئی نئی اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔ اور اپنے ساتھ اپنے دین و عقیدہ اور عدالت و اطوار کا بہت کچھ حصہ ساتھ لائی تھیں۔ نیز مسلمانوں کے غیر مسلموں اور عجمیوں سے اختلاط اور مر د شام

میں باطنی اور اسماعیلی حکومتوں کے قیام کے اثر سے اور بعض جاہل صوفیوں کی تعلیمات کے پھیل جانے کے سبب سے خود ممالک اسلامیہ کے مرکزوں میں اسلامی عقیدہ کمزور ہو گیا تھا اور اس میں بہت سی بدعات اور گمراہیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

جو شخص شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں ”الرد علی البکری“ اور ”الرد علی الاخوانی“ کا مطالعہ کرے گا وہ ائمہ اور مشائخ، اولیاء اللہ اور نیک بندوں کے سلسلہ میں جاہلوں کے غلو، ان کے غلط عقائد اور جاہلی عادات سے واقف ہو جائے گا۔ قرآنی تعلیمات کے خلاف عقیدت میں غلو اور تعظیم میں مبالغہ مختلف عہدوں میں بعض دوسرے ملکوں میں بھی دیکھا گیا ہے جو اس کا متقاضی ہے کہ کھل کر پوری قوت و طاقت اور مبلغ و حکیمانہ انداز میں اس کے ترک کی دعوت دی جائے۔ لہذا کتاب کا فائدہ ہندستان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ وہ ان تمام حلقوں کے لیے بھی مفید ہے جہاں ایسے عادات و عقائد رواج پا گئے ہوں جن کو اسلام ناپسند کرتا ہے اور شریعت میں اس کی گنجائش نہیں اس بنا پر عربی میں بھی کتاب کے ترجمہ کا کام انجام دیا گیا جس کا نام ”رسالة التوحید، للعلامة اسماعیل الشہید“ رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ نام کتاب کے مضمون کی پوری نمائندگی کرتا ہے، مؤلف کتاب نے خود کتاب کو عربی میں منتقل کیا تھا اور اس کا نام ”رد الاشرک“ رکھا تھا۔ لیکن اس عربی کی اصل ناپید ہو گئی ہے۔

لے عربی ترجمہ کی خدمت رسالۃ التوحید کے نام سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکیا صاحب ہارنپوری (دین بقیع شریف مدینہ منورہ) کے حکم و اصرار سے راقم نے انجام دی۔ اور وہ ندوۃ العلماء کے عربی پریس سے شائع ہوئی اور اس کی بلاعریہ میں بھی پذیرائی اور اشاعت ہوئی۔

مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی

آپ شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے شجرہ طوینی کی ایک شاخ ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور پوتے، شاہ عبدالغنی صاحب کے ذریعہ نجات و مغفرت فرزند، شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ عبدالقادر صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کے محبوب و عزیز بھتیجے اور مایہ ناز شاگرد تھے،

مولانا اسماعیل اسلام کے ان اولوالعزم، عالی ہمت، ذکی، جری اور غیر معمولی افراد میں ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں،

آپ نے علماء کے سب بڑے مجتہد اور سب بڑے علمی اور سب سے بہتر مآحول میں آنکھ کھولی، بچپن ہی میں کانوں میں قال اللہ، قال الرسول کی آواز پڑی جو علمی باتیں اور جو مذہبی مسائل حلال و حرام و ضروریات دینی لوگوں کو کتابوں اور مطاب سے آتی ہیں، وہ آپ کو باتوں باتوں اور قفقے کہا نیوں میں معلوم ہو گئیں، تربیت کے لحاظ سے یہ تربیت نہایت مکمل تھی جو کم خوش نصیبوں کو ہوتی ہے، لیکن آپ اس تربیت کے محدود دائرہ سے بہت آگے تھے، اور بہت جلد شاہ صاحب کے خاندان میں

بھی آپ بہت ممتاز ہو گئے،

تعلیم میں بھی آپ کی خوش نصیبی تربیت سے کم نہ تھی، ہندوستان کے فاضل ترین اساتذہ جن کے پاس سمرقند و بخارا، ایران و افغانستان کے طلباء شہرحال کر کے آتے تھے، اور ایک سبق بڑھ لینا حاصلِ سفر سمجھتے تھے، آپ کے گھر، ہا کے تھے، اور کون؟ باپ یا باپ سے بڑھ کر شفیق چچا، اس وقت اعلیٰ تعلیم جو کسی کو میسر آسکتی تھی آپ نے حاصل کی اور اس میں کوئی کمی نہ رہی،

آپ مجتہدانہ دماغ کے آدمی تھے، اور اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ بہت سی درس کتابوں کے مصنفین و شراح سے زیادہ ذکاوت اور علمی مناسبت رکھتے تھے، اگر آپ کو اشتغال اور تصنیف و تالیف و درس و تدریس کا موقع ملتا تو آپ اپنے بہت سے پیرو اور معاصر علماء سے آگے ہوتے، اور بہت سے فنون میں امام یا مجدد کا منصب آپ کو دیا جاتا جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو انھیں علوم یا صنائع میں خارق عادت کمال دیتا ہے، جو انہیں زمانہ میں رائج و شائع ہوتے ہیں، تاکہ حجت اور معجزہ ہو سکے، اسی طرح حکیم مطلق نے خود اس کا سامان کیا کہ شاہ صاحبؒ کو (جن سے اس کو علماء کی اصلاح اور حق کی نصرت کا کام لینا تھا) ان تمام علوم و فنون میں غیر معمولی کمال حاصل ہو، جو اس وقت عام طور پر رائج و جاری تھے اور جن پر علماء فخر کرتے تھے، اور جن کے بغیر وہ کسی کو عالم اور قابل انتفاع نہیں سمجھتے تھے۔

یہ تو علم کا مال تھا، لیکن ایک چیز علم ہے اور دوسری چیز علم سے انفعاع، اس دوسری چیز میں شاہ صاحبؒ خاص طور سے ممتاز تھے، آپ کا گھر قرآن و حدیث کا سب سے بڑا مدرسہ تھا، شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے وقت سے یقیناً قرآن و حدیث ان لوگوں کا وظیفہ

تھا، سنت و شریعت کی نہریں ہندوستان سے اور ہندوستان سے باہر نہیں سے جاری ہوئیں، لیکن علماء کا ایک دائرہ تھا، جس سے وہ باہر نہیں جاتے تھے، اس دائرہ کے حدود درس و تدریس تصنیف و تالیف اور جمعہ وغیرہ کا وعظ تھے، امر بالمعروف منہی عن المنکر اور اشاعت حق کا جتنا کام اس دائرہ کے اندر رہ کر ہو سکتا تھا وہ کیا جاتا تھا، لیکن یہ بھی ان بزرگوں کا ذکر ہے جو قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے بیان میں کتابیں تصنیف کرتے تھے یا وعظ و تقریر کرتے تھے، علماء کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا بھی تھا جس کے یہاں معروف و منکر کی کوئی تقسیم نہ تھی، ہدایت و ضلالت بے معنی الفاظ تھے، "سنت" و "بدعت" کے الفاظ ان کی لغت میں نہ تھے، یہ ساری عمر محفولات کی کتابیں پڑھتے، اگر کچھ لکھتے تو وہ کسی متن کی شرح یا کسی شرح کا حاشیہ ہوتا، کچھ کہتے تو وہ کسی مسئلہ کی تقریر یا کسی تقریر کا رد، یا مخالف سے مناظرہ ہوتا، عام اصلاح و ارشاد کا کام دونوں کے دائرہ سے خالی تھا،

شاہ صاحب نے اس دائرہ سے باہر قدم نکالا، اور وہاں پہنچے جہاں روشنی مشکل سے پہنچتی ہے، وہاں بھی گئے جہاں مقدس و پاک باز جاتے شرارتے ہیں، جہاں سے علماء و صلحاء کتراتے ہیں، ہر اس جگہ گئے جہاں ان کی ضرورت تھی، جہاں حق کی آواز شاہانہ پہنچتی تھی، اور جہاں "جاہلیت" کی رات تھی، اسلام کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا، انھوں نے اپنا خیال نہیں کیا، وہ یہ بھی بھول گئے کہ وہ ان شاہ ولی اللہ کے پوتے ہیں، جن کا نام لینا معصیت و عفتل کے ان سیاہ خالوں میں گناہ ہے، اس عبدالعزیز کے بیٹے ہیں، جو اپنے علم و فضل سے بادشاہت کر رہا ہے، ان کو صرف یہ یاد رہا کہ وہ ایک عالم ہیں، جن پر تبلیغ و امر بالمعروف و منہی عن المنکر فرض ہے، اگر انھوں نے اس میں

کو تاہی کی تو سارا دہلی قیامت میں ان کا دامن پکڑے گا۔ قرآن وحدیث کی وعیدوں کا ان سے زیادہ جاننے والا کون تھا، ایسے اصحاب غزیمت یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا میں اور لوگ بھی ہیں، اور یہ فرض ان کا بھی ہے، شاہ صاحبؒ شہر میں کوئی شرک و بدعت، کوئی فسق و فجور اور کسی قسم کی معصیت و منکر دیکھتے تو میدان حشر کا نقشہ ان کے سامنے پھر جاتا کہ جب یہ خدا کے سامنے علماء کا دامن پکڑیں گے کہ میناؤں نے ہم نابیناؤں کا ہاتھ نہیں پکڑا، ابھی تک اطباء، اُمت منتظر رہتے تھے کہ مریض ان کے پاس آئیں، لیکن شاہ صاحبؒ نے خود مریضوں کے یہاں حاضری دینی شروع کی، اس لیے کہ یہ اس وقت تھا کہ مریضوں کو اپنے مرض کی طبیعوں سے زیادہ فکر ہو لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا،

شاہ صاحبؒ زبانی وعظ و تبلیغ اور اس کے نتیجہ پر قانع نہ تھے، ان کی اولوالعزم طبیعت اسلام کی صحیح اور پائیدار خدمت کے لیے بے چین رہتی تھی، انھوں نے ساہسا سال کے عملی تجربہ سے محسوس کیا کہ ان کے مواعظ سے چند سیدروہیں، اور چند مسلم طبیعتیں ضرور فائدہ اٹھائیں گی، اگرچہ یہ اپنی نجات و برات کے لیے کافی ہو لیکن اس سے کوئی خاص انقلاب نہیں ہوگا، اس کے لیے کہ شریعت حکومت سے لے کر گھر تک قانون ہو، ملک میں سنت ہی کا سکہ چلے قوت اور اقتدار کی ضرورت ہے۔

شاہ صاحبؒ اسلام کے سپاہی بننا چاہتے تھے، اور سپاہی کو ان تمام ہتھیاروں کی ضرورت ہے جو دشمن کے پاس ہوں، یا جن کی ضرورت ہڑے، پہلے بھی آپ نے علم کو ہتھیار کے طور پر حاصل کیا کہ اسلام کی خدمت کے لیے علم بھی ایک ہتھیار ہے، پھر اپنے کو جہاد کے لیے تیار کیا، اس وقت کے تمام اہلحکومت کا استعمال سیٹھا، میدان جنگ کی تمام تختیوں اور جفا کشیوں کا عادی بنایا، اس لیے کہ مقصود اسلام کی خدمت تھی، خواہ عالم بن کر خواہ وعظ

بن کر، خواہ میدان کا سپاہی بن کر، مال سب کا ایک ہی تھا،

حج سے آنے کے بعد اپنے گلی کوچہ اور شہر و قریہ میں جہاد کا وعظ کیا، اور ہزاروں آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سر دینے پر آمادہ کر لیا پھر حضرت سید احمد شہید اور صدہا مجاہدین و مجاہدین کی محبت میں آپ نے ہندوستان سے ہجرت فرمائی اور سفر جہاد کیا، جو خود جہاد سے کم نہ تھا، پھر آخری سانس تک اسی عبادت میں مشغول رہے، اور کبھی بھول کر بھی اپنے وطن کا خیال دل میں نہ لائے، نہ کبھی آسائش و آرام اور اعزاز و اکرام کی اس زندگی کو یاد کیا جس کو آپ ہندوستان چھوڑ کر آئے تھے، آپ کی یہ قربانی کچھ کم نہ تھی کہ آپ نے اس مقصد عزیز کے لیے دولت و عزت اور امیرانہ زندگی کو خیر باد کہہ کر فقر و فاقہ جفا کشی اور ہر وقت خطرات سے بھری ہوئی زندگی اختیار کی۔

نگینہ کے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم جو جہاد میں شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ بالاکوٹ میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے سید صاحب سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت چاہی، حضرت نے فرمایا کہ مولانا اس لڑائی میں ہماری فتح نہیں ہے، آپ نہ جائیے، آپکے جہاد سانی سے انشاء اللہ تعالیٰ بندگان خدا کو بہت فائدہ پہنچے گا، مولوی صاحب نے ہاتھ جوڑ کر فرمایا کہ حضرت یہ سر تصدق کرنے کو لایا ہوں، آپ مجھ کو اجازت ہی دیجئے، سید صاحب خاموش ہو گئے، اور مولانا میدان میں گئے، ایک گولی آپ کے انگوٹھے میں لگی، انگوٹھا کٹ گیا، آپ پھر تشریف لائے، سید صاحب نے پھر منع فرمایا، مگر مولانا نے پھر الحاح و زاری سے اجازت مانگی، اور تشریف لے گئے، مجھے یاد ہے کہ تین مرتبہ سید صاحب نے روکا، آخر سر کو

مولانا سنیل شہید کی پیشانی پر ایک زخم کاری لگا، اور آپ شہید ہوئے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سوا اس عہد کو ہم وفا کر چلے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تم نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا
 سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے
 نابھوں کی کھجوان کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقہ پر چلاتے ہیں ان کی محبت دی سوائے
 پروردگار ہمارے۔ تو اپنے حبیب پر اور اس کے آل و اصحاب پر اور اس سے سبناہوں
 پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں کو رحمت کر اور ہم کو ان میں
 شریک کر اور ہم کو اسی کی راہ پر جیتے اور موئے قائم رکھ اور اس کے تابعوں میں گن رکھ
 آمین رب العالمین۔

اقبال بعد سننا چاہیے کہ آدمی سارے اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کام بندگی
 ہے، جو بندہ کہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں، اور اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ
 جس کے ایمان میں کچھ غلط ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا
 ہے اُس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے، سو ہر آدمی کو چاہیے کہ ایمان درست کرنے میں

بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے اور اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتھرا ہیں چلتے ہیں کوئی پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں، اور کوئی مولویوں کی باتوں کو، جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں، اور ان سب بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیکھے، اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیے، اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیجئے اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چلبیے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں، اور اس راہ پر چلنا بزرگوں کا کام ہے، سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہ باتیں کفایت کرتی ہیں، سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صریح ہیں، ان کا سمجھنا مشکل نہیں، چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے:-

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ
 آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا
 إِلَّا الْفِئْتُونَ ه (سورہ بقرہ، متناہ)

اور بیشک اتاریں ہم نے طرف تیرے
 باتیں کھل اور منکر اس سے وہی ہوتے
 ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

لے عقائد اور شرعی احکام اور قوانین محض عقل اور قیاس پر نہیں قائم ہوتے، ان میں ذہانت و دوکادت اور دماغ کی تیزی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی، بلکہ ان کا سرچشمہ وہی ربانی اور الہام خداوندی ہوتا ہے اور اللہ کے رسولوں اور انبیاء کرام کی تعلیمات ہوتی ہیں۔

ف :- یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے ، اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بڑی لگتی ہے۔ سو اسی لیے جو لوگ بے حکم ہیں وہ اُن سے انکار رکھتے ہیں، اور اللہ ورسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو، اور جاہلوں کے سمجھانے کو، اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا ہے :-

هُوَ الَّذِي بَدَعَكُمْ فِي الْآيَاتِ
رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو آيَاتِهِمْ
آيَاتِهِ وَيُرِيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ
قَبْلِكَ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (جمہ)

اور اللہ اکیس لہجہ کہ جس نے کھڑا کیا
نادانوں میں ایک رسول اُن میں سے کہ
پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُس کی اور پاک
کتاب ہے اُن کو۔ اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب
اور عقل کی باتیں، اور بیشک تھے وہ پہلے
سے گمراہی مرتب میں۔

ف :- یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ اس نے بنے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک، اور جاہلوں کو عالم، اور احمقوں کو عقل مند اور راہ بھٹکتے ہوؤں کو سیدھی راہ پر، سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا، سو اُس نے اس آیت کا انکار کیا، اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی، بلکہ یوں کہا جائے کہ جاہل لوگ اُن کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں، اور گمراہ لوگ ان کی راہ چل کر بزرگ بن جاتے ہیں، اس بات کی مثال یہ کہ جیسے ایک بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بیمار پھر کوئی

شخص اس بیمار سے کہے کہ فلانے حکیم کے پاس جا، اور اس کا علاج کر، اور وہ بیمار یہ جواب دے کہ اس کے پاس جانا اور اس کا علاج کر دانا بڑے بڑے تندرستوں کا کام ہے، مجھ سے یہ کیونکر ہو سکے کہ میں سخت بیمار ہوں، سو وہ بیمار احمق ہے، اور اس حکیم کی حکمت کا انکار رکھتا ہے، اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں ہی کے علاج کے واسطے ہے جو تندرستوں ہی کا علاج کرے اور انھیں اس کی دوا سے فائدہ ہو، اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ حکیم کا ہے کا، غرض جو کوئی بہت جاہل ہے اسکا اللہ و رسول کے کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہیے، اور جو بہت گنہگار ہو اس کو اللہ و رسول کی راہ چلنے میں زیادہ کوشش چاہیے۔ سو یہ ہر خاص و عام کو چاہیے کہ اللہ و رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اسی کو سمجھیں، اور اس پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں، سو سنا چاہیے کہ ایمان کے دو جز ہیں، خدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول سمجھنا اور خدا کو خدا سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے، اور رسول کو رسول سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے، اس پہل بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک اور دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت، سو ہر کسی کو چاہیے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت پکڑے یہ دو چیزیں ایمان میں خلل ڈالتی ہیں، اور باقی گناہ ان سے پیچھے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں، اور چاہیے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے، سو اسی لیے کئی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اور اتباع سنت کا ہے اور پرانی شرک و بدعت کی اس رسالہ میں

جمع کیں اور ان آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی
 سلیس میں کر دیا، تو عوام الناس اور خاص اس سے فائدہ برابر لیں، جس کو اللہ
 توفیق دے وہ سیدھی راہ پر ہو جائے، اور بتانے والے کو وسیلہ نجات کا ہو جائے
 آمین یا اللہ العالمین۔

اور اس رسالہ کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے
 پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی، اور دوسرے باب میں اتباع
 سنت کا اور برائی بدعت کی۔

پہلا باب

:- توحید و شرک کے بیان میں :-

پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں اول سنا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب، لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں، سو اول معنی شرک و توحید کے سمجھنا چاہیے تا برائی اور بھلائی ان کی قرآن و حدیث سے معلوم ہو سنا چاہیے کہ اکثر لوگ پیسروں کو، اور پیغمبروں کو اور اولاد کو اور شہیدوں کو، اور فرشتوں کو، اور پریوں کو، مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، اور ان کی منتیں مانتے ہیں، اور حاجت برائی کے لیے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں، اور بلا کے ٹلنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے

لے مراد اہل بیت ہیں جن کے سلسلہ میں اہل تشیع (فرقہ اشاعری کے افراد) نے بہت غلو سے کام لیا ہے، اور ان کو تعظیم و تقدیس کے ہاوں میں گیر دیا ہے، وہ ان کے معصوم اور علم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، امامت کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو انہیں شریک نبوت بنا دیتی ہے، بلکہ بہت سی خصوصیات میں ان کا ہمسروہ مقابل بنا دیتی ہے، ہندوستان میں شیوہ حکام و فرما رواؤں اور شیحوں سے خلا ملا اور اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے شیعی عقائد سے تنہی متاثر ہوئے ہیں اور ان میں شیعوں کے عادات و عقائد رواج پائے ہیں۔

بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش
کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین، اور ان کے جینے کے لیے

لے مراد مشہور بزرگ بدیع الدین مدار حلبی مکن پورٹی ہیں جو سرزمین ہند کے مشہور اولیاء اللہ میں
سے ہیں، ان کی طرف ایسے واقعات منسوب کیے جاتے ہیں جو عقل و نقل دونوں کے خلاف اور
بعید از قیاس ہیں، ہندوستان کے بہت سے قصبات اور دیہاتوں میں عوام راج جھنڑی
کے سال میں سے ایک ہمینہ کی نسبت انہی کی طرف کرتے ہیں اور ایک ہمینہ کا نام مدار ہے،
عوام میں ان کا نام ضرب المثل ہو گیا ہے، وہ طریقہ مدار کے بانی ہیں، جو اخیر زمانہ میں غلط رخ
اختیار کر گیا ہے، اس میں بہت سی خرافات اور پہلو انوں کی درزشیں داخل ہو گئی ہیں، ان
کی تاریخ وفات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۸۴۴ھ ہے۔

لے مراد ہندوستان کے مشہور و مقبول بزرگ سید سالار مسعود غازی ہیں، ان کے بارے میں
بہت سے قصے بلا سند مشہور چلے آ رہے ہیں، ان کی شخصیت پر علمی و تاریخی اعتبار سے کچھ
زیادہ روشنی نہیں ڈالی جاسکتی ہے، ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے،
اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے بیشتر حصہ کو انہوں نے ہی فتح کیا ہے،

۸۸۸ھ میں شہید ہوئے اور ہندوستان کے شمالی صوبہ اتر پردیش کے شہر بہرائچ میں
مدفون ہوئے، صاحب نزهت الخواطر نے لکھا ہے کہ بادشاہان ہند نے ان کی قبر پر شاندار
عمارت بنوادی ہے، اور دور دور سے لوگ اس مزار کی زیارت کے لیے آتے ہیں، ان کے
والوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی لہذا ہر سال یہ زائرین ان کی شادی کرتے ہیں،
اور ان کا عرس مناتے ہیں، ان کے لیے جھنڈے نذر مانتے ہیں اور ان کے مزار پر لگاتے ہیں۔
۳۔ بخش کے معنی دینے اور عطا کرنے کے ہیں یعنی فلاں فلاں کی دین اور عطا ہے (اور عطا کا معنی

کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جالوز کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرضکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے، اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں، اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ پرست فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں:-

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ
بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ
مگر کہ شرک کرتے ہیں۔

یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں، سو وہ شرک میں گرفتار ہیں، پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو، سو یہ دونوں راہیں ملانے دیتے ہو، اس کا جواب جیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) علمی سے مراد حضرت علیؑ ہیں، حسین سے مراد حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں، ملار اور سالار دو بڑے ہندوستانی بزرگوں کا نام ہے۔ غلام کے معنی بندہ، محی الدین سے مراد مشہور بزرگ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ ہیں، معین سے مراد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں۔ جو ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں، اور ہندوستان میں وسیع پیمانہ پر اشاعت اسلام کا شرف ان کو حاصل ہے، ۶ رجب ۶۲۶ھ کو ان کی وفات ہوئی۔ اوپر جن ناموں کا ذکر ہوا سب از روئے شرع غلط ہیں، جن سے بزرگوں میں قدرت و تصرف کی بولائی ہے۔

اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں، شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں و شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے۔ سویلوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کا مخلوق اور یہ قدرتِ تصرفِ اس نے ان کو بخشی ہے، اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے، اور ان سے مدد مانگنی عین اس سے مانگنی ہے، اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں، اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشیں ہیں اور وکیل، ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے، اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اور جتنا ہم ان کو جانتے ہیں اتنا ہی اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں، اور اس طرح کی خرافاتیں کہتے ہیں اور ان باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط غلط رسموں کی سند پکڑی اور اگر اللہ و رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہانی اور ان پر عفتہ کیا اور ان کو جھوٹا بتایا، چنانچہ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اور پوچھتے ہیں دے اللہ کے ایسی چیز کو	وَلْيُبَدِّلْ دِينَ دِينِ دُونَ اللَّهِ مَا لَا
نکچھ فائدہ دیوے ان کو نہ کچھ نقصان اور	يَصْرِفُهُمْ وَلَا يَنْفَعَهُمْ وَيَكْفُرُونَ
کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشیں ہیں اللہ کے	مَنْ لَوْلَا عِشْتَعَاءُ نَاعِيْنَا عِنْدَ اللَّهِ
پاس، کہہ کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا	قُلْ أَتَنْتَبِهُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ
وہ آسمانوں میں اور زمین میں سو وہ ترا	فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ مَسْمُوعَةٌ
ہے ان سے جن کو یہ شرک بتاتے ہیں۔	وَلَعَالَىٰ عَمَّا يُتْرَكُونَ ۗ (یوسف ص ۱۷)

ف :- یعنی جن کو لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی، نہ فائدہ پہنچانے کی نہ نقصان کر دینے کی، اور یہ جو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس، سو یہ بات تو اللہ نے نہیں بتائی پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو، سو اس کو بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو نہ مانے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے، بلکہ انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے ان کے پکارنے نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہوتا ہے اور اللہ صاحب نے سورہ زمر میں فرمایا ہے :-

وَالَّذِينَ آمَنُوا	اور جو لوگ ٹھہرتے ہیں دوسرے اللہ سے
ذُوْنِهِمْ اَرْسِيَاءُ مَا لَغْبَدُوْهُمْ	اور حمایتی کہتے ہیں، پوجتے ہیں ہم ان کو
اِلَّا لِيَقْرَبُوْا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى	سو اس لیے کہ نزدیک کر دیں ہم کو اللہ
اِنَّ اللّٰهَ يَخْتَمُرُ بِخَتَمِ مَمْنُ	کی طرف مرتبہ میں بیک اللہ حکم کرے
رِنَقًا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ	گمان میں اس چیز میں کہ اس میں اختلاف دالتے
لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفّٰرٌ	ہیں بیک اللہ راہ نہیں دیتا جھوٹے ناشکر کو۔

(سورہ زمر، آیت ۱۷)

ف :- یعنی جو بات سچی تھی کہ اللہ بندہ کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے سو اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ اوروں کو حمایتی ٹھہرایا اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی تو وہ محض اپنے فضل سے بغیر واسطے کسی کے سب مرادیں پوری کر رہے اور سب بلائیں مال دیتا ہے، سو اس کا حق نہ پہچانا اور اس کا شکر نہ ادا کیا، بلکہ یہ بات اوروں سے چلنے لگے پھر اس الٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں، سو اللہ ہرگز ان کو راہ نہ دے گا اور اس راہ سے ہرگز اس کی نزدیکی نہ پاویں گے بلکہ جوں جوں اس راہ میں چلیں گے سو اس سے دور ہو جاویں گے،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے، سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا، اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنوں میں فرمایا ہے:-

قُلْ مَنْ يَدْعُ مَلَكَوٰتٍ
كَلِيْ شَيْءٍ وَهُمْ يَٰمُجِبُوْنَ لَا يُجَبُّوْنَ
عَلَيْهِمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا تَلْفَلُوْنَ
تَسْتَفْتَلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنْتِ
لَتُحْكَمُوْنَ ۝ (مؤمنون، ۸۵-۸۶)

کہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں
ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا
ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں
کر سکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دیں گے
اللہ ہے کہہ پھر کہاں سے خطلی ہو جاتے ہو۔

ف: یعنی جب کافروں سے پوچھیے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے، تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے، پھر اور ان کو ماننا محض خطبہ ہے،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی، اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے، بلکہ اس کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے، اور اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے، مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی، اور نذر دینا زکری، اور ان کو اپنا وکیل اور سفارش سمجھنا یہ ان کا کفر و شرک تھا جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے، سو سمجھنا چاہیے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے، اور اس کے مقابل جانے، بلکہ شرک کے معنی یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائی ہیں، وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا، اور اس کے

نام کا جانور کرنا، اور اس کی منت مانتی، اور شکل کے وقت پکارنا، اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا، اور قدرت تعریف کی ثابت کرنی، سوان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے، اور اس کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھے، اور اس بات میں ادویاء و انبیاء میں، اور جن و شیطان میں، اور بھوت و پری میں، کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جاوے گا، خواہ انبیاء و ادویاء سے، خواہ پیروں و شہدوں سے، خواہ بھوت و پری سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جیسا بت پوجنے والوں پر عفتہ کیا ہے ویسا ہی یہود و نصاریٰ پر، حالانکہ وہ ادویاء و انبیاء سے یہ معاملہ کرتے تھے، چنانچہ سورہ بارات میں فرمایا:۔

اَتَّخَذُوا آخْبَارَ عَمَدٍ
تُحِبُّهَا الْعُجْلُ وَالْمُؤَلَّفَاتُ
رُحَبَّانَهُمْ أَرْبَابًا مِمَّنْ
دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ
وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي
وَيُمِيتُ مِمَّا بَشَرًا مَكُونًا
(سورہ نوبہ، ۱۳)

ٹھہرایا انھوں نے مولویوں کو اور
درویشوں کو، مالک اپنا درے اللہ سے
اور مسیح بیٹے مریم کو، اور حالانکہ ان کو تو
حکم ہی ہوا ہے کہ بندگی کریں مالک
ایک کی، نہیں کوئی مالک سوائے اس
کے، سو وہ نرالا ہے ان کے شریک
بتانے سے۔

ف۔ یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے، اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو، سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے، اور وہ نرالا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا، نہ چھوٹا نہ برابر کا، بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں، عجز میں برابر چنانچہ سورہ مریم میں فرمایا ہے:۔

إِن كُنْتُمْ فِي الشَّكِّ
وَالَّذِينَ يَرْتَابُونَ
فِي آيَاتِنَا
وَالَّذِينَ يَرْتَابُونَ
فِي آيَاتِنَا
وَالَّذِينَ يَرْتَابُونَ
فِي آيَاتِنَا

جتنے لوگ ہیں آسمان و زمین میں
سو آنے والے ہیں رحمان کے سامنے

عِبَادًا لَقَدْ أَخْضَمُّ
 وَعَدَّ مَعَدًّا
 وَتَعْلَمُ أَيَّامَ الْقِيَامَةِ
 فَرَدَّاهُ (سورہ مہید، ۹۲-۹۳)

بندے ہو کر اور بیشک قابو میں کر رکھا
 ہے اُن کو، اور گن رکھا ہے ان کو ایک
 ایک، اور ہر کوئی اُن میں سے آنے والا
 ہے اس کے سامنے قیامت کے دن
 اکیلا اکیلا۔

ف۔ یعنی کوئی فرشتہ اور آدمی سلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا، اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے، کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا، اور ہر کوئی معاملہ میں اس کے روبرو اکیلا حاضر ہونے والا ہے، کوئی کسی کا وکیل و حمایتی نہیں بننے والا، ان مضمونوں کی آیتیں قرآن میں اور یہی سیکڑوں ہیں جس نے ان دو چار آیتوں کے بھی معنی سمجھ لئے، وہ بھی شرک توحید کے مضمون سے خبردار ہو گیا۔

اب یہ بات تحقیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کون کون سے چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں، کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہیے، سو وہ باتیں بہت ساری ہیں، مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا، اور ان کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دینا ضروری ہے اور باقی باتیں اُن سے لوگ سمجھ لیں، سو اول بات یہ کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی، دور ہو یا نزدیک ہو، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں ہو جو کوئی کسی کا نام اُٹھتے بیٹھتے لیا کرے، اور دور و نزدیک سے پکارا کرے، اور بلا کے مقابلے میں اس کی دُہائی دیوے، اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے، یا اس کی صورت کا خیال باندھے، اور یوں سمجھے کہ جب میں اُس کا نام لیتا ہوں زبان یا دل سے، یا اُس کی صورت کا خیال

قبر کا خیال باندھتا ہوں، تو وہیں اُس کو خبر ہو جاتی ہے، اور اُس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں، جیسے بیماری و تندرستی و کٹائش و تنگی، مرنا و جینا، غم و خوشی، سب کی ہر وقت اُسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے، اور جو خیال دوہم میرے دل میں گزرتا ہے، وہ سب سے واقف ہے، سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے، اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اس کو اشرک فی العلم کہتے ہیں، یعنی اللہ کا سا علم اور کوثابت کرنا، سو اس عقیدے سے آدمی البرہۃ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے، خواہ پیرو شہید سے، خواہ امام و امام زادہ سے، خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا، اور اپنا حکم جاری کرنا، اور اپنی خواہش سے مارنا اور جملانا، روزی کی کٹائش اور تنگی کرنی، اور تندرست اور بیمار کر دینا، فتح و نیست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لان، بلائیں ٹالنی، شکل میں دستگیری کرنی بڑے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے، اور کسی انبیاء اور اولیاء کی پیرو شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں، جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اور اس سے مرادیں ملگے، اور اس توقع پر بند رو نیا کرے، اور اس کی ملتیں مانے، اور اس کو مہبت کے وقت پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، اور اس کو اشرک فی التصرف کہتے ہیں، یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا، محض شرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے یا ان کو اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعلیم کے اللہ نپانے لیے خاص کیے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں، جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اور اُس کے نام پر مال خرچ کرنا، اور اُس کے

نام کا روزہ، اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا، اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جانے نہ پائے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں، اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا، اور نام عقیدہ باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا، اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا، اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا، اور اس کی طرف جانے جانے، اور وہاں منتیں ماننی، اس پر غلاف ڈالنا، اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی، اور التجا کرنی، اور دین دنیا کی مرادیں مانگنی، اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا، اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی، اور اس کے گرد روشنی کرنی، اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا، جیسے جھاڑو دینی، اور روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا، اور اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن بڑھانا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا، رخصت ہوتے وقت لٹے پاؤں چلنا، اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مولیٰ نہ چگانا، یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو، یا جھوٹی قبر کو، یا کسی کے تھان کو، یا کسی کے چلنے کو، یا کسی کے مکان کو، کسی کے تبرک کو، یا نشان کو، یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے، یا اس کے نام کا روزہ رکھے، یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے، یا جاوڑ

لے جس طرح عجی ملکوں میں غلام اپنے آقا کے سامنے بادشاہوں کے دربار میں کھڑے ہوتے تھے۔
 مے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اُمت کے نیک افراد کے نام سے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت روزہ رکھنے کی بدعت زمانہ قدیم سے رائج رہی ہے، کبھی کبھی تو محض خیالی شخصیت کے نام سے جس کا کبھی وجود ہی نہیں روزہ رکھا جاتا ہے، اس روزہ کی نیت اور افطار کے خاص احکام و اداب ہیں (بانی شاہ علیہ السلام)

چڑھاوے یا ایسے مکانات میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھاوے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی کئے، رخصت ہوتے وقت اٹھے پاؤں چلے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور اس کے دن مقرر ہیں، ان روزوں کے واسطے سے جن بزرگوں کے نام سے وہ رکھے جاتے ہیں مزدوروں کے پورا ہونے کی دعا کی جاتی ہے اور مدد طلب کی جاتی ہے۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (متوفی ۱۰۳۷ھ) نے اپنے متبعین میں سے ایک ایک نیک خاتون کے نام خط میں ان روزوں کی شہادت بیان فرمائی ہے، اور اس کو شرعاً فی العبادة یعنی عبادت میں خدا کا شریک کرنا قرار دیا ہے، مکتوب نمبر ۳۱۳ مکاتیب حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی۔

لئے مردوں اور قبروں کی تعظیم کے سلسلہ میں اہل غلو بزرگوں کی قبروں اور مزارات پر کپڑے اور چادر چڑھانے کے عادی ہو گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو زندہ بزرگوں اور مشائخ کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہ بدعت اب بعض عرب ملکوں میں بھی نمودار ہوئی ہے، شیخ علی محفوظ اپنی کتاب "الابداع فی مصادر الابداع" میں فرماتے ہیں "قبروں پر پردے لٹکانا بھی بدعت ہے اس میں مقابلہ بھی ہوتا ہے" وہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ "قبروں کے مجاوروں کو شیطان نے یہ بیٹی پڑھائی تاکہ ان کے حصول رزق کا دروازہ کھلے، اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ جب وہ قبر کی چادر بدنا چاہتے ہیں یا وہ بوسیدہ ہو جاتی ہے تو عوام کو یہ سمجھاتے ہیں کہ اس کپڑے کی برکات بیان سے باہر ہیں یہ بیاریوں سے شفا دیتا ہے، حاسدوں کو ناکام بناتا ہے، روزی کو بڑھاتا ہے، ہر قسم کی بلا سے محفوظ رکھتا ہے، تمام خطرات سے مامون رکھتا ہے ان ترغیبات کے بعد بھولے بھالے عوام اس کے لینے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں، اور اس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لینے کے لیے روپیہ خرچ کرنا معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔

ان کی قبر کو بوسہ دیوے، مورچل جھلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ ہاندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کریں تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العبادۃ کہتے ہیں، یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کرنی پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے، اور اس تعظیم کو برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی کچھ تعظیم کرتے رہیں تاکہ ایمان بھی درست رہے اور ان کاموں میں بھی برکت ہووے، جیسے اڑے کام پر اللہ کی نذرمانی، اور مشکل کے وقت اس کو پکارنا، اور ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا، اور جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانو ذبح کرنا اور اس کا نام عبدالرحمن، عبداللہ، خدا بخش، اللہ دیا، امہ اللہ، اللہ دیکر رکھنا اور کھیت اور باغ میں سے تھوڑا بہت اس کے نام کا رکھنا اور دھن ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کر رکھنا اور جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لے جائے ان کا ادب کرنا، یعنی نہ ان پر سوار ہونا، نہ لادنا اور کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا، یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا، اور جو منع کیا اس سے دور ہنا اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے، جیسے قحط اور رزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادا بار خئی و خشی

لے یہ ہندوستان کے جاہلوں اور غلو پسند لوگوں کی عادات ہیں۔

لے مصنف نے اس موقع پر کچھ ایسے ناموں کا ذکر کیا ہے جو توحید باری پر اور صحیح عقیدہ کی علامت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے خدا بخش، اللہ دین، اور اللہ دیا، اور لڑکی کے لیے اللہ دی۔

یہ سب اس کے اختیار میں سمجھنا، اور اپنا ارادہ جس کام کا بنیان کرنا تو پہلے اس کے ارادہ کا ذکر کر دینا جیسا یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے گا تو ہم فلانا نام کریں گے اور اس کے نام کو ایسی تعظیم لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی، جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق، اور جب کلام میں قسم کھانے کی حاجت ہو تو اس کے نام کی قسم کھانی، سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں، پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کی، اماموں اور شہدوں کی، بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے، جیسے اٹے کام پران کی نذر ماننے، مشکل کے وقت ان کو پکارے، بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے، جب اولاد ہو ان کی نذر و نیاز کرے، اپنی اولاد کا نام عبدالغنی، انام بخش، پیر بخش رکھے، کھیت و باغ میں ان کا حصہ لگوائے جو کھیتی و باڑی میں سے آدے پہلے ان کی نیاز کر دے، جب اپنے کام میں لاوے، اور دھن اور ریوڑ میں سے ان کے نام کے جانور ٹھہراوے اور پھر ان جانوروں کا ادب کرے، پانی دانے پر سے نہ ہانکے، لکڑی بٹر سے نہ مارے اور کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سنگ پکڑے کہ فلا نے لوگوں کو چاہیے کہ فلانا کھانا نہ کھاویں، فلانا کپڑا نہ پہنیں، حضرت نبی کی صحنک مرو نہ کھاویں، لوٹری نہ کھاوے، جس عورت نے دوسرا ختم کیا ہو وہ نہ کھاوے، شاہ عبدالرحمن کا آئینہ حق پینے

۱۔ یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو ہندوستان میں بنت رسول حضرت فاطمہؓ زہرا کے نام پر لکھایا جاتا ہے، یہ صرف عورتوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے، مرد نہ کھا سکتے ہیں نہ اس کے قریب جاسکتے ہیں۔
۲۔ مراد حضرت شیخ عبدالغنیؒ رودروی ہیں، جو ہندوستان میں چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بڑے بزرگوں اور مصلحین میں سے ہیں، رودولی میں پیدا ہوئے اور پہلے بڑے، رودولی اور وہی کا ایک قصبہ ہے توحید شریعت کی عظمت و پابندی، فرائض و سنن کے اہتمام، تبلیغ و دعوت اور غرلہ نشینی کے بلند مقام پر تھے،
۳۔ ۸۳۶ء میں وفات پائی، ہندوستان کے غالب اور جاہل لوگوں نے ایک خاص قسم کا کھانا (بجیہ جاتے جاتے)

والانہ کھاوے اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ
 فلا نے ان کی پھشکار میں آکر دیوانہ ہو گیا اور فلا نے کو انھوں نے راند تو محتاج ہو گیا، اور فلا نے
 کو نواز دیا تو اس کو فتح و اقبال مل گیا، اور قحط فلا نے ستارے کے سبب بڑا، فلا نا کام جو
 فلا نے دن شروع کیا تھا یا فلا نے ساعت میں سو پورا نہ ہو یا یوں کہیں کہ اللہ رسول چلے گا تو
 میں آؤں گا، یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جائے گی، یا اس کے تئیں بولنے میں، یا معبود، داتا،
 بے پروا خداوند خدائے مگان، مالک الملک شہنشاہ بولے، یا جب حاجت قسم کھانے کی
 بڑے تو پیغمبر کی، یا علی کی، یا امام کی، یا پیر کی، یا ان کی قبروں کی قسم کھاوے، سو ان سب باتوں
 سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو اشراک فی العبادت کہتے ہیں، یعنی عبادت کے
 کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے، غیر کی کہے ہو ان چاروں طرح کے شرک کا صریح بیان قرآن و حدیث
 میں ہے، سو اس لیے اس باب میں پانچ فصلیں کی ہیں، فصل پہلی میں ذکر ہے شرک
 کی برائی کا اور توحید کی خوبی کا، فصل دوسری میں ذکر ہے اشراک فی العلم کی برائی
 کا، فصل تیسری میں ذکر ہے اشراک فی التصرف کی برائی کا، چوتھی فصل میں ذکر
 ہے اشراک فی العبادت کی برائی کا، فصل پانچویں میں ذکر ہے اشراک فی العبادت
 کی برائی کا،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ایجاد کر لیا ہے، جس کا نام "توشہ عبدالحق" رکھا ہے، یہ کھانا میدہ اور شکر ملا کر بنتا ہے،
 اس کے خاص لوازم و آداب ہیں جن کا بڑی سختی کے ساتھ خیال رکھا جاتا ہے،

الفصل الاول

الفصل الاول في الاجتناب عن الاشرار

فصل پہلی بچنے میں شرک سے یعنی اس فصل میں مجمل شرک کی برائی کا ذکر ہے۔

فَرِيَا اللهُ تَعَالَى لَعْنَةُ سوره نسا
 قَالَ اللهُ تَعَالَى
 إِنَّ اللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 فِي شُرَكَائِهِمْ هُمْ يَضِلُّونَ
 مَا ذُكِرَ ذَلِكَ لَمَنْ
 لِيَشَاءَ مِمَّنْ يَشْرِكُ
 يَا اللهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا
 (سورۃ نسا، آیت ۱۱۶)

فرمایا اللہ تعالیٰ لعنہ سورہ نسا
 میں بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شرک
 ٹھہراوے اس کا اور بخشتا ہے سوا
 اس کے جس کو چاہے اور جس نے
 شرک ٹھہرایا اللہ کا سوا بیشک
 راہ بھلا دور بھٹک کر۔

ف۔ یعنی اللہ کی راہ بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حرام و حلال میں امتیاز نہ کرے

چوری پیکاری میں گرفتار ہو جاوے، نماز روزہ جھوڑ دیوے، جو رو بچوں کا حق تلف کرے
 ماں باپ کی بے ادبی کرے، لیکن جو شرک میں پڑا وہ سب سے زیادہ بھولا، اس لیے کہ وہ
 ایسے گناہ میں گرفتار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہ بخنتے گا، اور سارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ
 شاید بخش بھی دیوے اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک نہ بخشتا جاوے گا، جو اس کی سزا ہے
 مقرر ملے گی پھر اگر پرے درجے کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا
 یہی ہے کہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا، نہ اس سے کبھی باہر نکلے گا، نہ اس میں کبھی آرام پائے
 گا، اور جو اس سے درلے درجے کے شرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے یہاں مقرر ہے سو یاد آئے

اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو کچھ سزائیں اللہ کے یہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے دیوے چاہے معاف کرے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے کوئی بڑا گناہ نہیں، اس کی مثال یہ کہ بادشاہ کی تقصیر میں اس کی رعیت کے لوگ جتنی کریں، جیسے چوری، قرانی، چونکہ پہرے کے وقت سو جانا، دربار کے وقت کو نال جانا، لڑائی کے میدان سے ٹل جانا، سرکار کے پیسہ پہنچانے میں قصور کرنا، علیٰ ہذا القیاس ان سب کی سزائیں بادشاہ کے ہاں مقرر ہیں، مگر چاہے تو پکڑے اور چاہے تو معاف کر دیوے، اور ایک تقصیر میں اس ڈھب کی ہیں کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے، جیسے کس امیر یا وزیر یا چودھری قانون گو کو یا چوہڑے چمار کو بادشاہ بناوے، یا اس کے واسطے تخت و تاج تیار کرے، یا اس کے تئیں نخل سجانی بوئے، یا اس کے تئیں بادشاہ کا سا مہر آکرے، یا اس کے لیے ایک دن کا جشن ٹھہراوے اور بادشاہ کی نذر دیوئے، یہ تقصیر سب تقصیروں سے بڑی ہے اس

لے ہندوستانی بادشاہوں نے کچھ خاص دن مقرر کر رکھے تھے جن میں جشن منایا جاتا تھا، اس دن بادشاہ غریبوں اور ضرورت مندوں کو صدقات و خیرات تقسیم کرتے تھے، انہیں خاص دنوں میں ایک دن وہ بھی تھا جس دن بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا، اس دن بادشاہ سونے چاندی سے تو لاجا تھا، اور پھر وہ سونا چاندی غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، پھر اس دن سے تاریخ بیان ہوتی تھی، چنانچہ کہا جاتا تھا تخت نشینی کے سال سے اتنے دنوں قبل یا بعد یہ جشن بادشاہ کے شمار میں شامل ہو گیا تھا، اور شان و شوکت کا شاندار مظاہر ہوتا تھا، یہ دن تخت نشینی اور تاج پوشی کے لیے خاص تھا، اس میں رعیت کا کوئی فرد شریک نہیں ہو سکتا تھا۔

تھے ہندوستان کے مغل اور غیر مغل بادشاہوں کا معمول تھا کہ حکام اور محل شاہی نیز رعیت کے خواص بادشاہ کو نقد نذرانہ پیش کرتے تھے، وہ اس کو دہانے ہاتھ میں رکھتے تھے، (باقی ملاحظہ فرمائیے)

کی سزا مقرر اس کو پہنچتی ہے، اور جو بادشاہ اس سے غفلت کرے اور ایسوں کو سزا نہ دیوے اس کی بادشاہت میں قصور ہے، چنانچہ عقل مند لوگ ایسے بادشاہ کو بے عزت کہتے ہیں، اور اس مالک الملک شہنشاہ غیور سے ڈرا جائیے کہ پرلے سرے کا زور رکھتا ہے اور ویسی عزت، سو مشرکوں سے کیوں کر غفلت کرے گا اور کس طرح ان کو ان کی سزا نہ دے گا، اللہ سب مسلمانوں پر رحمت کرے اور ان کو شرک کی آفت سے بچا دے، آمین۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ لقمان
وَإِذْ قَالَ لُقْمَانٌ لِابْنِهِ میں جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو
وَهُوَ رَاعٍ يَا بَنِيَّ أَلَا تَتَزَكَّى اور وہ رعیت کرتا تھا اس کو لے بیٹے
يَا اللَّهُ طِبَاتِ الشِّرْكِ میری رحمت شریک بنا اللہ کا بیشک
لَقَدْ كَرِهَ اللَّهُ عِبْدَهُ إِذْ يَسْمَعُونَ شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ نے لقمان کو عقل مندی دی تھی، سو انھوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دیدیا، جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمڑے کے سپر پر

بقیہ حادثہ گذشتہ صفحہ) اور خاص آداب و طریقہ کے ساتھ بادشاہوں کو پیش کرتے تھے، بادشاہ سلامت اس کو قبول فرماتے یا اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے اور پھر ان کو واپس کر دیتے، وہ لوگ اسے تبرک بنا لیتے اور اس کو بڑا شرف تصور کرتے، اس کا نام نذر رکھتے تھے یہ سلطنت و بادشاہت کا شعار کجا جاتا تھا اور رعیت کی وفاداری، تعظیم اور اخلاص و محبت کی علامت تصور کیا جاتا تھا،

۱۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ نے جن کی ولایت و بزرگی پر مسلمانوں کے تمام حلقے علاقے اور عامۃ المسلمین متفق ہیں، ایک بڑی حکیمانہ مثال سے اس کی وضاحت کی ہے (بہشتی حلقے وغیرہ)

رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، ایسے ہی عقل کی راہ

(بقیہ مائیکرو گزٹ صفحہ) اور جو لوگ مصائب کو دور کرنے یا کسی طرح کا نفع حاصل کرنے کی خاطر غیر اللہ کا ہاتھ لیتے ہیں، ان کی حماقت اور بے وقوفی کا نقشہ کھینچ دیا ہے، فرماتے ہیں:

”تمام مخلوق کو ایک ایسا آدمی سمجھو جس کے ہاتھ ایک نہایت عظیم وسیع مملکت کے بادشاہ نے جس کی فرماں روائی عظیم ہے، اس کا غلبہ اور طاقت ناقابل قیاس ہے، باندھ دیے ہوں پھر اس بادشاہ نے اس آدمی کے گلے میں پھندا ڈال دیا ہے، اور اس کے پیر بھی باندھ دیے۔ اس کے بعد صنوبر کے ایک ایسے درخت پر لٹکا دیا ہے جو ایسی ندی کے کنارے ہے جس کی موجیں زبردست چوڑائی بہت، گہرائی بے پناہ، اور جس کا بہاؤ نہایت تیز و تند ہے، اس کے بعد بادشاہ خود ایک ایسی کرسی پر بیٹھ گیا ہے جو بڑی شاندار اور بہت بلند ہے اتنی کہ اس تک پہنچنے کا ارادہ کرنا اور پہنچنا محال ہے، اس بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں، نیزوں، برہمیوں، بھالوں، اور دیگر قسم قسم کے ہتھیاروں اور اوزاروں کا اتنا بڑا ذخیرہ رکھ لیا ہے کہ اس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا،

اب جو شخص اس منظر کو دیکھے کیا اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ بادشاہ کی طرف دیکھنے کے بجائے، اس سے ڈرنے اور امید لگانے کے بجائے، اس سولی پر لٹکے ہوئے شخص سے ڈرے اور اس سے امید لگائے، جو شخص ایسا کرے کیا وہ ہر ذی عقل کے نزدیک بے عقل، مجنون اور انسان کے بجائے جانور کہلانے کا مستحق نہیں،

(نتیجہ الغیب المقالة السابعة عشرہ)

سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے، سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اسی کی بے ادبی ہے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ رَسُولٍ إِلَّا سَوْجِدَ
لِلَّهِ آتَاءُ إِلَّا لِلَّهِ
فَاعْبُدْ ذُوهُ (سورہ انبیاء، ص ۲۵)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انبیاء میں
اور میں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی
رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ شریک
بات یوں ہے، کوئی ماننے کے لائق
نہیں سوائے میرے، سو بندگی کرو

میری۔

ف: یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے ہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے، سو یہی راہ نجات کی ہے، اس کے سوائے سب راہیں غلط ہیں۔

وَخَرَجَ مُسْلِمًا عَنْ
أَيْدِ مَرْبِئَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى "أَنَا فَضِي
الشُّرَكَاءَ عَنِ الشُّرْكَ

مشکوٰۃ کے باب الروایہ میں لکھا ہے
کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہؓ
نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں بڑے
پرہیزگار ہوں، ساجھیوں میں ساجھے سے
جو کوئی کرے کچھ کام کہ سا بھی کرے
اس میں میرے ساتھ اور کسی کو سو

مِنْ عَمَلٍ شَرِكٍ میں چھوڑ دیتا ہوں اس کو اور اس
 فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي مُشْرِكَةٌ کے ساتھ کو اور میں اس سے بڑے
 و شُرَكَاءُ وَ اَنَامُنْهُ سَبِيًّا ہوں۔

ف :- یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، سو میں
 یوں نہیں کرتا، میں بے پردا ہوں بلکہ جو کوئی کچھ کام میرے واسطے کرے اور غیر کو بھی اس میں
 شریک کر دے سو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا بلکہ سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے
 بیزار ہو جاتا ہوں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک کام کرے اللہ کے واسطے
 پھر وہی کام کرے اور کسی کے واسطے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم
 ہوا کہ مشرک جو عبادت اللہ کی کرے وہ بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ اس سے
 بیزار ہے۔

أَخْرَجَ أَحْمَدُ عَنْ أَبِي بِنِ كَنْدٍ مشکوٰۃ کے باب الایمان بالقدر میں
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي تَفْسِيرِ کھلے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ
 قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ ابی بن کندی نے اس آیت کی تفسیر
 "وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَيْنِ میں کہ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَيْنِ
 إِدَمَ مِن ظَهْرِ رَحْمَتِيهِمْ اِدَمَ فرمایا کہ اللہ نے اولاد آدم کی کٹی
 قَالِ جَعَلَهُمْ قَبَلَهُمْ آزَلَجًا کی اور ان کی مثلیں لگائیں پھر ان کی
 حُجَّةً صَوَّرَهُمْ فَا سَنَنْطِقُهُمْ صورت بنائی پھر ان کو بولنے کی طاقت
 فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ دی، سو وہ بولنے لگے پھر ان سے
 وَ اَلْمِيثَاقَ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلَى قول و عہد لیا اور ان کی جان پر ان سے
 اَنْفُسِهِمْ اَلَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ قَالُوا اقرار کر دیا کہ کیا میں نہیں ہوں رب

بَلَىٰ دَعَا فَنَادَىٰ أَشْهَدُكُمْ عَلَىٰ
 السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَالْأَرْضِينَ
 السَّبْعِ وَأَشْهَدُ عَلَيْكُمْ آبَاءَكُمْ
 آدَمَ شَهِدْنَا أَنْ لَقَوْا سَوَاءَ
 يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ
 هَذَا غَافِلِينَ لَمْ نَسَلَمْ بِهَذَا
 إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ لِأَلَيْهِ غَيْرِي
 وَلَا رَبِّ غَيْرِي وَلَا كُفْرًا
 بَيْنَ شَيْئَيْنِ الْإِنْفِ سَأَرْسِلَ إِلَيْكُمْ
 رَسُولًا يَذِّكُّكُمْ وَيُنذِرُكُمْ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا
 فَاتْلُوا مِنْهَا ذِكْرًا تَتَذَكَّرُونَ
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
 وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَنَا عَذَابٌ أَلِيمٌ
 وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَنَا عَذَابٌ أَلِيمٌ
 حاکم ہمارا تیرے سوا۔

تمہارا، بولے کیوں نہیں، فرمایا سو میں
 گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں
 اور ساتوں زمینوں کو، اور تمہارے
 باپ آدم کو، اس واسطے کہ کہیں کہنے
 لگو قیامت کے دن کہ ہم نہ جانتے
 تھے، سو جان رکھو کہ بیشک بات یوں
 ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے
 اور مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی بیشک
 اب بھجوں گا طرف تمہارے رسول اپنے،
 کہ یاد دلا دیں گے تم کو قول و قرار میرا،
 اور اتاروں گا تم پر کتابیں اپنی، بولے
 اقرار کیا ہم نے کہ بیشک تو مالک ہمارا
 ہے، اور حاکم ہمارا نہیں کوئی مالک
 ہمارا تیرے سوائے، اور ہمیں کوئی
 حاکم ہمارا تیرے سوا۔

ف یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں فرمایا ہے اور جب نکالی
 تیرے رب نے بن آدم کی پشت سے ان کی اولاد، اور اقرار کروایا ان سے ان کی جانوں
 پر کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا، بولے کیوں نہیں، قبول کیا، ہم نے اپنے ذمہ، پر یہ
 ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں کہنے لگو قیامت کے دن کہ بیشک ہم اس بات سے غافل تھے،
 یا کہنے لگو کہ شرک تو کیا تھا ہمارے باپ داداؤں نے پہلے، اور ہم تھے پیچھے ان کے

سو کیا برباد کرتا ہے تو ہم کو ان جھوٹوں کے کام کے بدلے، یہ تو ہمہ کلام اللہ کی آیت کا ہے، سو اس کی تفسیر میں اُبی بن کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری اولاد آدم کی اکٹھی کی ایک جگہ اور ان کی جدا جدا مثلیں لگائیں، جیسے پیغمبروں کی جدا مثل اور اولیاء کی اور شہیدوں کی جدا مثل، اور نیک نحتوں کی جدا مثل، اور حکم بردار لوگوں کی جدا مثل، اور بدکاروں کی جدا مثل، اور اسی طرح کافروں کی مثلیں لگائیں، جیسے یہود و نصاریٰ اور مجوس و ہندو، و علیٰ ہذا القیاس، پھر ان سب کی صورتیں بنائیں یعنی ہر کسی کی صورت جیسے دنیا میں بنائی منظور تھی ویسی ہی وہاں ظاہر کی کسی کو خوبصورت، کسی کو بدصورت، کسی کو سونچا کسی کو گونچا، کسی کو کانا، کسی کو اندھا، علیٰ ہذا القیاس پھر ان کو بولنے کی طاقت دی پھر ان سب اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا، کہ کیا میں تمہارا رب نہیں، سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانو، اور کسی کو میرے سوا نہ مانو، سو ان سب نے ان سب کا قول و قرار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر آسمان و زمین و آدم کو گواہ کیا اور یہ فرمایا کہ اس قول و قرار کے یاد دلانے کو پیغمبر آدیں گے، اور کتابیں لا دیں گے، سو ہر کسی نے جدا جدا اللہ کی توحید کا اقرار کیا، اور شرک کا انکار، سو شرک کی بات میں ایک دوسرے کی سند نہ پکڑانی چاہیے، نہ پیر کی، نہ استاد کی، نہ باپ دادوں کی، نہ کسی بادشاہ کی، نہ کسی مولوی کی، نہ کسی بزرگ کی، اور یہ جو کوئی خیال کہے کہ ہم تو دنیا میں اس بات کو بھول گئے، پھر بھولی بات کی کیا سند ہے، سو یہ خیال غلط ہے اس واسطے کہ بہت سی باتیں آدمی کو آپ کو یاد نہیں ہوتیں، پھر معتبر لوگوں کے کہنے سے یقین کرتا ہے، جیسے کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں ہوتا پھر لوگوں ہی سے سکر یقین کرتا ہے، اور اپنی ماں ہی کو ماں سمجھتا ہے، اور کسی کو ماں نہیں جانتا، پھر اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے، کسی اور کو ماں بتا دے، تو اس کو سب لوگ

بڑا کہیں گے، اور جو وہ جواب دیوے کہ مجھے تو اپنا پیدا ہونا کچھ یاد نہیں کہ میں اس کو اپنی ماں جاؤں
تو سب لوگ اس کو احمق کہیں گے، اور بڑا بے ادب، تو جب عوام الناس کے کہنے سے آدمی
کو بہت باتوں کا یقین آجاتا ہے، تو پھر پیغمبروں کی تو بہت بڑی شان ہے، ان کی خبر دینے
سے کیونکر نہ یقین آدے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل توحید کا حکم اور شرک کا منع
اللہ تعالیٰ نے ہر کسی سے عالم ارواح میں کہنایا ہے، اور سارے پیغمبر اسی کی تاکید کو
آئے ہیں، اور ساری کتابیں اسی کے بیان میں اتریں، سو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں
کا فرمانا، اور ایک سو چار کتاب آسمانی کا علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ توحید خوب درست
کیجئے، اور شرک سے بہت دور بھاگئے، نہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھئے کہ کسی چیز میں کچھ
تصرف کرتا ہے، نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرائے کہ اس سے اپنی کوئی مراد مانگے، اور اپنی حاجت
اس کے پاس لے جائے۔

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ مَعَاذِ
بِئْسَ جَبَلٍ قَالَ قَالَ فِي رَسُولٍ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَرَأَتْ
قَتَيْلَتْ وَحَيْرَتْ -

مشکوٰۃ کے باب الکباہر میں لکھا ہے
کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ معاذ بن جبل نے
نقل کیا کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہ شریک ٹھہرا اللہ کا کسی
کو گو کہ مارا جاوے تو اور چلایا جاوے تو

ف :- یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نہ ڈر کہ شاید کوئی جن یا بھوت
کچھ ایذا پہنچاوے، سو جیسا کہ مسلمان کو ظاہر کی بلاؤں پر صبر کرنا چاہیے اور ان کے ڈر سے
اپنا دین نہ بگاڑنا چاہیے، اس طرح جن اور بھوتوں کی بھی ایذا پر صبر کرنا چاہیے، اور ان سے ڈر
کر ان کو نہ ماننا چاہیے، اور یہ سمجھنا چاہیے کہ فی الحقیقت تو ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے
مگر وہ ہی کسی کسی اپنے بندوں کو جانچتا ہے، اور بروں کے ہاتھ سے بھلوں کو ایذا پہنچاتا ہے

تاکہ کچھ اور پکوں میں فرق ہو جاوے، اور مومن اور منافق دونوں جدا جدا معلوم ہو جاویں
 سو جیسے ظاہر میں متقیوں کو فاسقوں کے ہاتھ سے اور مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے اللہ
 کے ارادہ سے ایذا پہنچ جاتی ہے، اور ان کو وہاں صبر ہی کرنا پڑتا ہے، اور دین بگاڑنا نہیں
 پہنچتا، اسی طرح کبھی کبھی نیک آدمی کو جن اور شیاطینوں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادہ سے
 ایذا پہنچ جاتی ہے، سو اس پر صبر ہی کرنا چاہیے اور ان کو ہرگز نہ ماننا چاہیے، اس حدیث سے
 معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے پزار ہو کر اوروں کو ماننا چھوڑ دے، اور ان کی نذر و نیاز
 ماننے کو برا جانے، اور غلط غلط رسموں کو مٹانے لگے، اور اس میں اس کو کچھ نقصان مال کا یا
 اولاد کا یا جان کا پہنچ جاوے، یا کوئی شیطان کسی پیر و شہید کا نام لے کر ایذا دینے لگے، تو
 اس پر صبر کرے اور اپنی بات پر قائم رہے، اور یہ سمجھے کہ اللہ میرا دین چاہتا ہے، اور جیسے
 اللہ تعالیٰ ظالم آدمیوں کو ڈھیل دے کر بڑبڑاتا ہے اور مظلوموں کو ان کے ہاتھ سے چھڑاتا ہے اسی
 طرح ظالم جنوں کو بھی اپنے وقت پر پکڑے گا اور نیک آدمیوں کو ان کی ایذا سے بچا دے گا۔

وَأَخْرَجَ الشَّيْطَانَ	شکوۃ کے باب الکبائر میں لکھا
عَنْ ابْنِ شَعْبَانَ	ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ	ابن مسعود نے نقل کیا کہ ایک
قَالَ قَالَ رَجُلٌ	شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ	علیہ وسلم کون سا گناہ بہت بڑا
أَكْبَرُ مَعِنَا اللَّهُ	ہے اللہ کے نزدیک، فرمایا یہ کہ
قَالَ آتَى تَدْمُو	پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا
لِلَّهِ مِثْلَ آتَاهُ	ٹھہرا کر، اور حالانکہ اللہ ہی نے
خَلَقَكَ	تجھ کو پیدا کیا۔

ف۔ یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اللہ کے اختیار میں ہے سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں، سو کسی اور کو اس طرح سمجھ کر پکارنا نہ چاہیے کہ یہ سب بڑا گناہ ہے، اول تو یہ کہ یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت بر لانے کی طاقت ہووے، یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو، دوسرے کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو کبھی چاہیے کہ اپنے تمام کاموں پر اسکی کو پکاریں، اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا، تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے نہیں رکھتا، اور کسی چوہرے چمار کا تو ذکر کیا ہے۔

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ كَيْفَ كَانَتْ أُمَّةٌ مِنْ أُمَّةٍ يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَكُونُوا كَمَا كَانُوا

ترجمہ مشکوٰۃ کے باب الاستغفار میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ انہوں نے نقل کیا کہ پیغمبر صلعم

لے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اور اس شرک میں نفع و نقصان پہنچانے اور عطا کرنے اور نہ کرنے، دینے اور نہ دینے کی قدرت کا عقیدہ رکھتا ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے نہایت لطیف انداز میں اس شرک کا عقیدہ کی شاعت بیان فرمائی ہے، شیخ نے فرمایا اے خدائے مژدہ جل سے روگردانی کرنے والے، اس کے بندگان مدیقین سے منہ موڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونے والے اور ان کو شرک ٹھہرانے والے، تو کب تک ان سے آس لگاتا رہے گا، وہ تجھے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں، ان کی قدرت میں نہ نفع ہے اور نہ نقصان، وہ دے سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں، نفع و نقصان پہنچانے کے اعتبار سے ان میں اور دیگر جمادات میں کوئی فرق نہیں، خدا ایک ہے، نقصان پہنچانے والی ایک ہی ذات ہے، نفع پہنچانا ایک ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، چملانے اور روکنے والا ایک ہی ہے، غالب ایک ہی ہے، قابو میں لانے والا ایک ہی ہے، دینے اور نہ دینے والا ایک ہی ہے، پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا بس خدا ہی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم کے
يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوَاقِفَتَيْنِ بیٹے بیشک تو جو مجھ سے ملے دنیا بھر گناہ
بِقَرَابِ الْأَرْضِ مِنْ حَطَايَا لے کر، پھر ملے مجھ سے تو کہ نہ شرک سمجھتا
نَحْرَ لَقَيْتَنِي لِأَلْتَشْرِكَ بِي شَيْئًا ہو میرا کسی کو، تو بیشک لے آؤں میں
إِلَّا آتَيْتُكَ بِقَرَابَةٍ مَغْفِرَةٍ تیرے پاس بخشش اپنی دنیا بھر۔

ف: یعنی اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کیے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے پھر لوں بھی سمجھے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی و دو سب کچھ کرے، لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشنے جاتے ہیں، جیسے کہ شرک کی نشأت سے سب کام اچھے کام ناکارہ ہو جاتے ہیں، اور یہی حقیقت ہے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوگا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے، اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے، ورنہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جاوے کہ اس کے تقصیر دار کو اس سے بھاگ کر نہیں پناہ نہیں، اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا، اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی، اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا، سو جب یہ بات خوب اس کے دل میں ثابت ہو جاوے پھر جتنے گناہ اس سے ہوں گے سو بشریت کی راہ سے ہوں گے یا بھول چوک کر، اور ان گناہوں کا ڈر اس کے دل پر گھیر رہا ہوگا، اور ان سے ایسا بیزار ہوگا اور شرمندہ کہ اپنی جان سے بھی تنگ ہوگا، اور بیشک ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت آتی ہے، سو جوں جوں اس سے گناہ ہوں گے، اس کے موافق اس کی یہ حالت بڑھے گی، اور جس قدر کہ یہ حالت بڑھے گی اسی قدر اللہ کی رحمت بڑھے گی، سو یہ جان لینا چاہیے کہ جس

کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ ادروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی
 فاسق موجد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے، جیسے رعیتی تقصیر وار ہزار درجہ بہتر ہے
 باغی خوشامدی سے، کہ یہ اپنی تقصیر پر شرمندہ ہے، اور وہ اپنے فعل پر مغرور۔

<http://mujahid.xtgem.com>

الفصل الثانی

الفصل الثانی فی رد الإلحاد فی العلم

فصل دوسری بیان میں برائی شرک فی العلم

ف: یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے کہ جس سے امتزاج

فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

فَمَا لِلَّهِ تَعَالَى

”وَهِنَّكَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ“

لَا يَفْلَهُمَا إِلَّا هُوَ (سورہ انعام ۷) ہیں، نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔

ف:۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت

کرنے کو کچھ راہیں بتا دی ہیں، جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چکھنے کو،

ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو، اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق

ان سے کام لیتے ہیں، جیسے جب کچھ دیکھنے کو چاہا تو آنکھ کھول دی، نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی، جس چیز

کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا، نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا، سو گویا کہ ان چیزوں کے

دریافت کرنے کو کنجیاں ان کو دی ہیں، جیسی جس کے ہاتھ کچی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار

میں ہوتا ہے، جب چاہے تو کھولے، جب چاہے نہ کھولے، اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو

دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیے کہیے، یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کسی دلی نبی کو، جن دفرشتے کو پیر و شہید کو، امام دامام زادے کو، بھوت و پری کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے، سو یہ اپنے ارادہ کے موافق، نہ ان کی خواہش پر چنانچہ حضرت پیغمبر صلعم کو بار بار ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بعضی بات کے دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی، پھر جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتادی، چنانچہ حضرت کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا پر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی، اور بہت فکر و غم میں رہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو بتادیا کہ وہ منافق جھوٹے ہیں اور حضرت عائشہؓ پاک ہیں، سو یقین یوں رکھا جائیے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے، اس نے کسی کے ہاتھ نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں، مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس کچھ ایسا علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات معلوم کروں اور آئندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے، سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے، اور جو کوئی کسی نبی دلی کو، یا جن دفرشتہ کو، امام دامام زادے کو، پیر و شہید کو، یا نجومی و رجال یا جفا کو، یا فال دیکھنے والے کو، یا برہمن اسٹو کو، یا بھوت و پری کو، ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، اور اس

لے بہت سے شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اثنا عشرہ علم غیب رکھتے تھے، انہیں پوشیدہ باتوں کا علم ہوتا تھا، وہ باپ دادا سے اس عقیدہ کے معتقد ہوتے چلے آئے ہیں۔

آیت سے منکر، اور یہ جو دوسرا آتا ہے کہ بعضے وقت کوئی نجومی، یا رمال، یا برہمن یا گونی
 کچھ کہہ دیتا ہے اور وہ اسی طرح ہو جاتا ہے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت ہوتی ہے،
 سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ بہت باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ
 علم غیب ان کے اختیار میں نہیں، ان کی انکل کبھی درست ہوتی ہے، کبھی غلط، اور یہی
 حال ہے استخارہ اور کشف کا، اور قرآن مجید کا فال کا، لیکن پیغمبروں کی وحی میں کبھی غلطی
 نہیں پڑتی، سو وہ ان کے قابو میں نہیں، اللہ تعالیٰ جو آپ چاہتا ہے سو بتا دیتا ہے، ان
 کی خواہش کچھ نہیں چلتی،

مَا لَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ لَّا كَيْفَ لَمْ
 مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَ الَاَرْضِ
 الْغَيْبِ اِلَّا اللّٰهُ ط وَمَا
 يَشْعُرُوْنَ اٰتٰنَ يُبْعَثُوْنَ ؕ
 کہا اللہ تعالیٰ نے (یعنی سورہ مثل میں)
 کہ کہو نہیں جانتے جتنے لوگ ہیں
 آسمانوں میں اور زمین میں غیب
 کو، مگر اللہ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب
 اُنھیں جاویں گے۔
 (مثل آیت ۶)

ف: یعنی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلعم کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہدیں کہ
 غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن نہ کوئی چیز۔ یعنی
 غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ
 سب جانتے ہیں کہ ایک دن قیامت آدے گی، اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آدے
 گی، سو ہر چیز کا معلوم کرنا جو ان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بھی معلوم کر لیتے،

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ
 عِنْدَ عَلْمِ السَّمٰوٰتِ ط وَمَا يَنْزِلُ
 الْغَيْبِ ط وَ كَيْفَ لَمْ يَفِي الْاَنْصٰلِ
 اور کہا اللہ تعالیٰ نے (یعنی سورہ
 لقمان میں) کہ جیشک کہ اللہ ہی کے
 پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی

وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّا ذَا
تَكْلِبُ عَدَاوَةً
تَذَرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ
تَمُوتُ طَرَاتِ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ خُزَيْبُهُ (لقمان - ۳۴)

اتار تا ہے مینہ، اور جانتا ہے جو کچھ
کہ مادہ کے پیٹ میں ہے، اور نہیں جانتا
کہ کوئی کیا کرے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی
کہ کس زمین میں مرے گا، بیشک اللہ
بڑا جاننے والا ہے خبردار۔

ف: یعنی غیب کی باتوں کی سب خبریں اللہ ہی کو ہیں اور ان کا جان لینا
کسی کا قابو نہیں چنانچہ قیامت کی خبر کہ اس کا آنا بہت مشہور ہے اور نہایت یقینی، اس کے
بھی آنے کے وقت کی کسی کو خبر نہیں، پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا تو کیا ذکر ہے،
جیسے کسی کی فتح، کسی کی شکست، کسی کا بیمار ہونا، کسی کا تندرست ہونا کہ یہ باتیں نہ تو قیامت
کے برابر مشہور ہیں نہ ویسی یقینی، اور اسی طرح مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں،
حالانکہ اس کا موسم بھی بندھا ہوا ہے، اور اکثر ان موسموں پر برستا بھی ہے، اور سارے
نبی دہلی، اور بادشاہ اور حکیم اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں، سو اگر اس کے وقت معلوم
کرنے کی راہ ہوتی تو کوئی البتہ پالیتا، پھر جو چیزیں کہ نہ ان کا موسم بندھا ہوا ہے نہ سب
لوگ مل کر اس کی خواہش رکھتے ہیں، جیسے کسی شخص کا مرنا جینا، اولاد ہونی یا غنی و فقیر ہونا،
یا فتح و شکست ہونی جو وہ ایسی چیزوں کی خبر کی راہ کیونکر پاسکیں، اور اسی طرح جو کچھ مادہ
کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نہ ہے یا مادہ، کمال
ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب
لکھتے ہیں، پر کسی حال بالخصوص نہیں جانتے، تو اور چیزیں کہ آدمی میں چھپی ہیں جیسے
خیالات و ارادے اور نیتیں اور ایمان اور نفاق وہ تو کیونکر جان سکیں، اور اسی طرح
جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا تو اور کسی کا کیونکر جان سکے، اور جب

اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو اور کسی کے مرنے کی جگہ یا وقت کیونکر جان سکے، غرض کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں، کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پتھر نکالتا ہے، کوئی رمل کا قرعہ پھینکتا ہے، کوئی فالنامہ لیے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز، ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیے، لیکن جو شخص آپ دعویٰ غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو

لے ہندوستان اور بیرون ہند بھی لوگوں کی یہ عادت رہی ہے کہ جب کسی معاملہ میں تردد ہوتا صحیح صورت واضح نہ ہوتی تو اس کے کرنے نہ کرنے کے سلسلہ میں فال نکالا کرتے تھے، اس کی ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی ایسے مصنف کی کتاب جس سے ان کو حن عقیدت ہوتی ہے اس کے روحانیت کے قائل ہوتے، لے کر اچانک بغیر کسی انتخاب کے کھولتے ہیں اور جس صفحہ کو کھولا ہے اس میں جو عبارت سامنے آتی ہے اس سے فال لیتے ہیں اور پھر اس سے کام کرنے یا نہ کرنے کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں، ایران اور ہندوستان کے لوگ ایران کے مشہور شاعر حافظ شیرازیؒ ۹۳۷ھ کے دیوان حافظ پر فال لینے کے سلسلہ میں زیادہ متاد کرتے ہیں، جس کو وہ فال دیکھنا کہتے ہیں۔

۳۔ غیب کی باتوں کو بتانے کے دعویداروں میں شیعہ حضرات کے فرقہ امامیہ اور استخارہ کے ذریعہ خبر دینے والے بعض غالی صوفیوں نے بہت غلو سے کام لیا ہے، اور اس کے مختلف طریقے اپنائے ہیں یہ لوگ مہل کاموں اور جرکات و سکنات میں بھی اس پر بھروسہ کرتے ہیں، انھیں یقین ہوتا ہے کہ اس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی، مؤلف "تقویۃ الایمان" نے انہی کی طرف اشارہ کیا ہے استخارہ کا سنوں طریقہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بتاتے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے طلب خیر اور دعا کا ایک طریقہ ہے۔

بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات کبھی اللہ کی طرف سے مجھ کو معلوم ہوتی ہے، سو وہ میرے اختیار میں نہیں، کہ جو بات میں چاہوں تو معلوم کر لوں، یا جب میں چاہوں تو دریافت کر لوں، تو یہ بات ہو سکتی ہے شاید وہ سچا ہو یا مکار،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ
يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ
مَنْ لَا يَنْجِي لَهُ
إِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُمْ
عَنْ حُكْمِهِ مُقْتَدِرُونَ
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
احقاف میں اور کون زیادہ گمراہ
ہوگا اس شخص سے کہ پکارتا ہے
دے اللہ سے ان لوگوں کو کہ نہ
قبول کریں گے اس کی بات قیامت
کے دن تک، اور وہ اس کے
پکارتے سے غافل ہیں،
(سورہ احقاف، آیت ۱۷)

ف: یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں، کہ اللہ سے تقادریم کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں، کہ اول تو ان کا پکارنا سستے ہی نہیں، اور دوسرے کچھ قدرت نہیں رکھتے، اگر کوئی قیامت تک ان کو پکارے تو وہ کچھ نہیں کر سکتے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں، اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو، کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے، اور پھر یوں سمجھے کہ ہم نے شرک نہیں کیا، اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے، سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی

لے اخیر زمانہ میں لوگوں میں اہل قبور سے مرد مانگنے اور ان سے دعا چاہنے کا فطرت رواج پڑ گیا، بعض بزرگوں نے اس میں اس خیال سے وسعت دے دی کہ یہ صاحب قبر کے رد مانیت سے استفادہ اور اس سے دعا کی محض درخواست ہی تو ہے (اس سے زیادہ تو کوئی بیخبر نہیں) فقہائے محققین اور علمائے صوفیائے اس سے منع فرمایا ہے کہ یہ نفع کا سبب ہو سکتا ہے کہ یہ بہت نازک اور غلط نہیں میں ڈالنے

راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ہو جاتا ہے، کہ ان کو ایسا سمجھو کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جب ہی ان کو اس طرح پکارا اور صلا لاکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے دوسے ہیں یعنی مخلوق سو وہ ان کے پکانے والوں کے پکانے سے غافل ہیں،

وَسَأَلَ اللَّهُ تَعَالَى قَدْ
لَا آمَلُكَ لِتَغِيْبِنَا نَفْعًا
لَا صِرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ
اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف
میں کہہ کہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی
جان کے کچھ نفع و نقصان کا، مجھ کو کچھ

وال بات ہے، صورت مذکورہ میں مقصود اور غیر مقصود میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ عوام شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور مردوں سے مدد طلب کرنے لگیں۔ اس لیے کہ عقیدہ اسلام میں حتیٰ اور طبی و عادی امور کے علاوہ چیزوں میں صرف خدا ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے اور اس کا پہلا لیا جاسکتا ہے، بہت پہلے یہ بات پیش آچکی ہے اور اس زمانے کے علماء نے اس پر گفتگو فرمائی ہے، علامہ عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی متوفی ۵۲۰ھ جو محدث اور فقیہ دہلوی ہیں اور اس طرح کے مسائل میں انکی رائے تو مستحکم ہے وہ مشکوٰۃ شریف کے فارسی حاشیہ اشعۃ اللغات میں فرماتے ہیں اگر قبروں کی زیارت کرنے والے خدا کی طرف توجہ کر لیا ہوتی تو قبر کو کراہت تفریح اور قدرت مستقلہ کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسا عوام اتناںس جاہل اور نادان لوگ کرتے ہیں وہاں جا کر حرام کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جو سے دین اللہ نے روکا ہے، مثلاً قبر کو بوسہ دینا، اس کو سجدہ کرنا اس کے سامنے نماز پڑھنا اور کوئی ایسا کام کرنا جس کی شریعت میں ممانعت ہے اور اس سے ڈرایا گیا ہے یہ ممنوع حرام اور فطرت عقیدہ ہے، اشعۃ اللغات کتاب الجہاد قصہ قتلی جلد ۱ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ فرماتے ہیں کہ ایک لوگوں کی روجوں سے مدد طلب کرتے ہیں مسلمانوں کی بڑی تعداد مد سے مجاؤز گئی ہے اس سلسلے میں جاہل لوگ اور عوام جو کچھ کرتے ہیں، ہر کام میں ان کی قدرت و دخل اندازی کا جو عقیدہ رکھتے ہیں یہ کھلاہ شرک ہے۔

(مجموعہ فتاویٰ شیخ عبدالعزیز ص ۱۲۷)

وَلَوْ كُنْتُمْ أَهْلَ الْغَيْبِ
 لَأَسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْخَيْرِ
 وَمَا مَشَىٰ السَّحَابُ مِن آتَانَا
 إِلَّا تَذْيِيقٌ وَذَيْفِيرٌ
 لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ ۵
 (سورہ اعراف: ۵)

کہ چاہیے اللہ، اور جو جانتا میں غیب
 تو بیشک بہت سی لے لیتا میں
 بھلائی، اور نہ چھوٹی مجھ کو کچھ برائی میں
 تو فقط ڈرنے والا ہوں، اور خوشخبری
 سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین
 رکھتے ہیں۔

ف۔ یعنی سب انبیاء اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے، انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، تو اسی لیے انہیں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کر دیں سب لوگوں کا حال معلوم ہو جاوے، سو انہیں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں، تو دوسرے کا کیا کر سکوں اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا، اور اگر بُرا معلوم ہوتا تو کاہے کہ اس میں قدم رکھتا، غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں، اور کچھ خدائی کا دعویٰ نہیں رکھتا، فقط پیغمبری کا دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بڑے کام پر ڈراوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے، سو یہ بھی انہیں کو فائدہ کرتی ہے کہ جن کے دل میں یقین ہے، اور دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سوان میں بڑائی بھی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور بڑے بھلے کاموں سے واقف ہیں، سو لوگوں کو سکھاتے ہیں اور

اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے، بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو جائیں مار ڈالیں، یا اولاد دیویں، یا مشکل کھول دیویں، یا مرادیں پوری کر دیویں، یا فتح و شکست دیویں۔ یا غنی و فقیر کر دیں، یا کسی کو بادشاہ کر دیویں یا کسی کو امیر و وزیر۔ یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیویں، یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں، یا کسی کا ایمان چھین لیویں، یا کسی بیمار کو تندرست کر دیویں، یا کسی سے تندرستی چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں، یا جس غیب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں، کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا، یا کس شہر میں ہے، یا کس حال میں، یا جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کر لیں کہ فلانے کے ہاں اولاد ہوگی، یا اس سوداگری میں اس کو نفع ہوگا یا نہ ہوگا، یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست، کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں، اور نادان، سو جیسے سب لوگ کبھی کبھی بات عقل سے یا قرینہ سے کہہ دیتے ہیں پھر کبھی ان کی بات موافق پڑ جاتی ہے، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بتا عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو اس میں کبھی درست ہو جاتی ہے کبھی چوک، ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے وحی یا اہام ہو اس کی بات زالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں۔

مشکوٰۃ کے باب اعلمان النکاح

میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ

ربیع نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ

اخرج البخاری عن الترمذی

بنت معوذ بن عمرو

قالت جاء النبي صلى الله

علیہ وسلم داخل علیہ وسلم آئے پھر گھر میں داخل
 حین بنی علیٰ مجلس ہوئے جب شادی ہوئی تھی میری
 علیٰ فریاضی کہ جعلت منی پھر بیٹھے میرے پاس مندر بہیسا
 فجعلت جویریات لنا تو بیٹھلے میرے پاس ہو وہیں
 یضربن بالذف وشدین شروع کیا کچھ چھو کر یوں ہمازی
 من قتل من ابائی یوم بدر نے کہ دف بجلنے لگیں اور مذکور
 اذ قالت احلاہت وینا کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے
 نبیؐ یعلم ما فی غد فقال گئے تھے ہمارے بڑے بوڑھے بدر
 دعویٰ ہذا وقول ما لیدی میں، سو ایک کہنے لگی کہ ہم میں
 کنت لقولین۔ ایک نبی ایسا ہے کہ جانتا ہے کل کی
 بات، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ یہ بات چھوڑوے اور
 وہی کہہ جو کہتی تھی۔

ف۔ یعنی ریح ایک نبی بنی تھیں انصار میں سے ان کی شادی میں پیغمبر خدا
 تشریف لائے اور ان کے پاس آ بیٹھے سو ان لوگوں کی کئی چھوکریاں کچھ گانے لگیں کہ اس
 میں پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ بات کہی کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ
 باتیں جانتے ہیں، سو اس کو پیغمبر خدا نے منع کیا اور فرمایا کہ یہ بات مت کہہ اور جو کچھ
 پہلے کاتی تھیں وہی گائے جاؤ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء و اولیاء یا امام
 یا شہدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں، بلکہ حضرت
 پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے، اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے، اور

یہ جو شاعر لوگ پیغمبر خدا کی تعریف میں یا اور انبیاء و اولیاء یا بزرگوں کی، یا پیروں کی، یا استادوں کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں اور حد سے گزر جاتے ہیں اور خدا کے سے اوصاف ان کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں، اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ شعر میں مبالغہ ہوتا ہے، یہ سب بات غلط ہے کہ پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھو کر یوں کوگانے بھی نہ دیا، چر جائے کہ عاقل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرے۔

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ

مَشْكُوتَةَ بَابِ مِثْلِ رِوَايَةِ عَبْدِ عَزِزِ

وَجَلَّ فِيهَا لِكَيْ يَكْتُمَ بِهَا كَيْفَ بَخَارِي نَعَى

ذَكَرَ كَيْفَ كَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

نَعَى كَيْفَ كَتَبَتْ كَيْفَ كَتَبَتْ كَيْفَ كَتَبَتْ

بِعَبْرَةِ خَدَّيْهَا جَانِبَيْهَا تَحْتَهُ وَبِأَيْمَانِهَا

كَيْفَ كَتَبَتْ كَيْفَ كَتَبَتْ كَيْفَ كَتَبَتْ

بِأَيْمَانِهَا تَحْتَهُ وَبِأَيْمَانِهَا تَحْتَهُ

بِأَيْمَانِهَا تَحْتَهُ وَبِأَيْمَانِهَا تَحْتَهُ

عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

قَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكِ ابْنَتُ

مُحَمَّدٍ أَصْلَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَعَلَّ الْخُصْبَ الَّذِي

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ

عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ لَعَنَ الضَّرِيَّةَ

ف۔ یعنی وہ پانچ باتیں کہ سورہ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں اور اس کی تفسیر اس فصل کے اول گزر گئی کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں، سو انہیں پانچ میں داخل ہیں، سو جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا وہ پانچوں باتیں جانتے تھے، یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے، سو وہ بڑا جھوٹا ہے، بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ

مَشْكُوتَةَ بَابِ الْبُكَوِّ وَالْخَوْفِ فِي

لِكَيْ يَكْتُمَ بِهَا كَيْفَ بَخَارِي نَعَى

ذَكَرَ كَيْفَ كَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

نَعَى كَيْفَ كَتَبَتْ كَيْفَ كَتَبَتْ كَيْفَ كَتَبَتْ

قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَاللَّهِ لَا أَدْرِي، وَاللَّهِ

أَدْرِي، وَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ

ما یفعل لی ولا یفعل
کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں

رسول، اللہ کا ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا

مجھ سے اور کیا تم سے،

ف:۔ یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ
قبر میں خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا
حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام
سے بتائی کہ فلا نے کام کا انجام خیر ہے یا بُرا، سو وہ بات مُجمل ہے اور اس سے زیادہ
معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی اُن کے اختیار سے باہر ہے۔

الفصل الثالث

الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراف التصرف

فصل تیسری اشراک فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

ف: یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے کہ جس سے اشراک

فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے:

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ

مومنوں میں کہہ کون ہے وہ

شخص جس کے ہاتھوں میں ہے

قابو ہر چیز کا، اور وہ حمایت

کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی

انہیں حمایت کرتا جو جانتے ہو وہی

کہدیں گے کہ اللہ ہی ہے پھر کہاں

سے ضبط میں پڑ جاتے ہو۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ

مَنْ يَمْلِكُ

مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ وَ

هُوَ يُجِيزُ وَلَا يُعَاوِزُ بِهِ

إِنْ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ

سَيَقُولُونَ بَلَىٰ

قُلْ مَا نَفَعُ الْمُشْرِكُونَ

(سورہ مومنون: ۴۴-۴۹)

ف: یعنی جس سے پوچھئے کہ ایسی شان کس کی ہے کہ ہر چیز اس کے قابو

میں ہے جو چاہے سو کر ڈالے، اس کا ہاتھ کوئی پکڑ نہ سکے، اور اس کی حمایت میں کوئی

بات ٹل نہ سکے، اور اس کے تقصیر وار کو کہیں پناہ نہ مل سکے، اور اس کے مقابل میں کسی کی حمایت

چل نہ سکے، سو ہر کوئی یہی جواب دے گا کہ ایسی شان اللہ کی ہے، سو سمجھا جائیے کہ پھر

اور کسی سے مرادیں مانگنی محض خطبے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اسی سے کافر ہو گئے، سواب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں کرنے والا اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے،

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ جن	قَالَ اللَّهُ لَقَالُوا
میں کہہ کہ بیشک میں نہیں اختیار	قُلْ لَا أَمْلِكُ
رکھتا تھا بے پر کچھ نقصان کا نہ	لَكُمْ صِرَاطًا وَلَا رَشَدًا
فائدے کا کہہ کہ بیشک مجھ کو ہرگز نہ	قُلْ إِنِّي لَنْ يَجِزِيَ
بچاؤے گا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ	مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَا ن
پاؤں گا اور اس کے کوئی بچاؤ۔	أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا

(سورہ جن ۱۱۱)

ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیوں کہ تمہارے نفع و نقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے ہو اس پر مغرور ہو کر حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے، اور ہمارا وکیل زبردست ہے، اور ہمارا شفیع بڑا محبوب، سو جو ہم چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا، کیونکہ یہ بات بالکل غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے درے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا، سو دوسرے کو کیا بچا سکیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو عوام الناس اپنے پیروں، شہیدوں کی حمایت پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے اور اس کے احکام کی تعظیم نہیں

کرتے محض گمراہ ہیں، کہ سب پیروں کے پیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات دن اللہ سے ڈرتے تھے، اس کی رحمت کے سوائے کسی طرف اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے پھر اور کسی کا تو کیا ذکر ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
وَلَقَدْ دَعَوْتُمْ مِنْ دُونِ
اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ
رِزْقًا مِنَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْطِطُونَ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
نحل میں اور پوجتے ہیں درے اللہ
کے ایسوں کو کہ نہیں اختیار کئے
ان کی روزی کا آسمانوں سے اور
نزد میں سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے
(سور نحل: آیت ۲۱)

ف: یعنی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں ایسے لوگوں کی کہ ان کا کچھ اختیار نہیں اور ان کی روزی پہنچانے میں کچھ دخل نہیں رکھتے، آسمان سے مینہ برسائیں نزدیک سے کچھ آگادیں، اور ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے عوام اناس کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء یا امام و شہیدوں کو عالم میں تقف کرنے کی قدرت تو ہے لیکن اللہ کی تقدیر پر وہ شاکر ہیں، اور اس کے ادب سے وہ دم نہیں مارتے، اگر چاہیں تو ایک دم میں الٹ پلٹ کر دیں، لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں، سو یہ بات سب غلط ہے بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
وَلَا تَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
مَا لَا يَنْفَعُكُمْ وَلَا
يَضُرُّكُمْ فَاِنَّ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
یوشیا، اور بت چکا ہے کہ
اللہ کے ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیوں
تجھ کو نہ نقصان سوا اگر کیا تو نے

قَمَلَتْ فَإِنَّكَ إِذَا مِتَّ ۖ يَتُوبُ عَلَيْكَ ۗ وَإِنَّا لَنَاصِفٌ بِهٖ

الْقَلَمِ ۗ (سورہ یونس علیہ السلام)

ف:۔ یعنی اللہ سے، زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکے محض بے انصافی ہے، کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے،

وَقَالَ اللَّهُ لَعَلِّي ۚ
قُلْ أُوْمُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ
مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ
وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
مِنْ شَيْءٍ مِّنْ يَنْزِلِ ۚ وَمَا لَكُمْ
مِنْهُم مِّنْ ظَهِيرٍ ۗ
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ
إِلَّا الَّذِينَ أَذِنَ لَهُمْ
وَإِذْ تَرَعْتُمْ عَنْ قُلُوبِهِمْ
مَّا لَوْ أَنَّ سَادًا قَالُ
رَبِّكُمْ قَالُوا لَتَنَزَّلَ
عَلَيْهِ الْكَلْبُ ۗ ط
(سورہ سبأ علیہ السلام)

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
سبأ میں کہ کہہ بھلا بکار تو اؤن
لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو دورے
اللہ سے سو وہ نہیں اختیار رکھتے
ایک ذرہ بھر آسمانوں میں، اور نہ
زمینوں میں اور، نہیں ان کا دونوں
میں سا بھلا کچھ، اور نہیں اللہ کا ان
میں سے کوئی بازو، اور نہیں
کام اتنی سفارشیں اس کے رو بروگ
جس کے پرانگی ذکر کہاں تک کہ جب
گہرا ہٹ دور ہوتی ہے ان کی
دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا
تمہارے رب نے، کہتے ہیں کہ
اور وہ ہی ہے بلند بڑا۔

ف:۔ یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے اور مشکل کے وقت پکارتا ہے،

اور وہ اس کی حاجت روا کر دیتا ہے، سو یہ بات اسی طرح ہوتی ہے کہ یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا سا بھی یا مالک پر اس کا دباؤ ہو، جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دیکر ان لیتا ہے، کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں اور اس کے سلطنت کے رکن، ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے، یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ نہ خواہ قبول کر لے، پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش، جیسے بادشاہ زادی یا بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رو نہیں کرتا سو چار ناچار ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے، سو جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا یہ لوگ پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، سونہ تو وہ مالک ہیں آسمان اور زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے، اور نہ کچھ ان کا ساجھا ہے اور نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو کہ ان سے دپ کر ان کی بات مان لے، اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ نہ خواہ اس سے دلوا دیں، بلکہ اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں اگر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے، بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے، اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں، سوائے آمتا و صدقنا کے کچھ کہہ نہیں سکتے، پھر بات اللہ کا تو کیا ذکر اور کسی دکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت، اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہئے کہ اکثر لوگ انبیاء اور اولیاء کی شفاعت پر پھول رہے ہیں، اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں، سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہئے سو سنا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے یہاں کسی شخص کی

چوری ثابت ہو جاوے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کی آئین کی موافق اس کو سزا پہنچتی ہے، مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تمام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں، اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت و جہالت کہتے ہیں، یعنی اس امیر کی وجہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفعہ سمجھے، سو وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے معنی کچھ بھی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں، ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے، اور ایک اور ہی عالم اس جگہ

۱۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی تمام مخلوق سے اس کی بے نیازی و جبروتیت کے سامنے بڑے بڑے اولیاء اور عارفین خوف سے لرزہ برآمد رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ و قہر کے سامنے اپنی حواس باختگی اور خوف و خشیت ظاہر کرتے ہیں، انہیں عارفین میں ہندوستان کے بڑے بزرگ شیخ شرف الدین یحییٰ میری خادم بہاری متوفی ۱۰۰۰ھ میں بھی وہ اپنے ایک

قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور جب سب لوگ پہلے اور پھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور میکائیل سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت بڑوں کا

(بقیہ حاشیہ ص ۶۸) مترشد کو لکھتے ہیں، "میرے بھائی ہم ایک جبار وقت ساز خدا کے سامنے حاضر ہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ جنت کو جہنم اور غضاب بناوے، آگ کو (یعنی جہنم) جنت و باغ و بہار کر دے، وہ کعبے سے کلیسا پیدا کرتا ہے اور کلیسا سے کعبہ کو وجود بخشتا ہے، ایسے قدرت والے کے معاملہ میں تم بے خوفی اور اطمینان کی زندگی کیسے گزار سکتے ہو تمہارا کلیجہ خوف سے کیسے نہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، اس کے ڈر اور دہشت سے تمہارا دل کیسے نہ گپھل جائے، جو کسی علت و سبب کا پابند نہیں، وہ عقول کو حیران و ششدر کر کے رکھ دیتا ہے، اس کا قہر اسباب کا پابند نہیں جس طرح اس کا لطف و کرم کسی علت کا محتاج نہیں، اس کا لطف و کرم تو گنہ گاروں اور نافرمانوں کو بلا تباہی تاکہ ان کو اپنی معافی اور مغفرت کے پانی سے دھو دے اور پاک اور نرکی بناوے، حتیٰ کہ مہربانی کا یہ چشمہ خود اس کے قلب سے پھونکنے لگے، اور اس کا سینہ لطف و محبت سے لبریز ہو جائے۔"

ایسے ہی اس کا غضب اور قوت قاہرہ بعض وقت متقی و صالح شخص کو بلاقی ہے کہ اس کے چہرہ کو حجر و فراق کے دھویں اور سزا و نازاںگی کی آگ سے کر دے تاکہ پوری دنیا کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ وہ اسباب و علت سے بے نیاز ہے، وہ کبھی ایک نافرمان و بد بخت کے بیٹے کو نبی بنااتا ہے اور کبھی نبی کے بیٹے کو شقی و بد بخت بنااتا ہے۔

بڑھے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے، نہ کچھ سنوار سکے،
 دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ مشوق
 اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دیوے اور بادشاہ اس کی
 محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں،
 یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی
 جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے

۱۔ امام مسلم نے اپنی سند سے حضرت ابو ذر کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 حدیث قدسی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! تم مجھے نہ نقصان پہنچانے
 کی قدرت رکھتے ہو نہ نفع پہنچانے کی، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر انس و جن سب
 کے سب انتہائی متقی و پرہیزگار بن جائیں جیسا کہ کوئی آدمی ہو سکتا ہے تو اس سے وہ میری
 حکومت و بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکیں گے، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر
 انس و جن سب کے سب فاسق و فاجر بن جائیں جتنا کہ کوئی شخص بن سکتا ہو تو اس سے میری
 بڑائی اور بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور میرے بندو! اگر تم سب کے سب از اول تا آخر
 انسانوں سے لے کر جنوں تک سب کے سب ایک میدان میں کھڑے ہو جاؤ اور مجھ سے سوال
 کرو اور میں ہر ایک کو اس سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانہ میں کمی نہ
 ہوگی مگر اتنی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈالنے سے سوئی میں لگنے والے پانی سے سمندر کے
 پانی میں کمی ہوتی ہے، اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال کو شمار کرتا رہتا ہوں اس
 کے اس عمل کا پورا بدلہ دوں گا، جس کو خیر نصیب ہو وہ خدا کی حمد بیان کرے، جس کو خیر کی
 ضد ملے وہ اپنے آپ ہی کو طاعت کرے۔

سے مجھ کو ہوگا، اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شیخ سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ مذکورہ اول ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح الشدو جیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور کین روح القدس اور روح الامین فرماوے، مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام، کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا، جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ چھٹتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر تو چوری ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا،

۱۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مینری اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی، اپنی مخلوق پر اختیار کئی اور تصرف مطلق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اپنی مرضی چلاتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ کچھ بوجھ سکے، زبانیں کٹی ہوئی، منہ بند، ایک کتوب میں اپنے ایک شاگرد کو لکھتے ہیں، اور اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ دل کانپ اٹھتا اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں "وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کسی کی ہلاکت و نجات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، دیکھو ایک انسان کس طرح تڑپ تڑپ کر پیاس سے دم توڑتا ہے اور کہتا ہے، میرے نیچے نہری جاری ہیں اور میں پیاس سے مر رہا ہوں، پانی کا ایک قطرہ نصیب نہیں ہوتا، ہاتھ غیب اس کو آواز دیتا ہے اور کہتا ہے، میں ہزاروں صدیقین کو تارک خروشک جنگل اور خشک و چٹیل صحرا میں لاتا ہوں اور سب کو قتل کر دیتا ہوں تاکہ ان کی آنکھوں اور گالوں کو کوڑوں اور گڑھوں کا رزق بناؤں جب کوئی بونا چاہتا ہے تو اس کی (بقیہ اگلے صفحہ)

سوا اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کی آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھے میرے حق میں کیا حکم فرماوے، سوا اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے، سو کوئی امیر و وزیر اسی کی مرضی پر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، سوا اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قراہتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ بعض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھا گئی جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالادن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروا نگی سے ہوتی ہے، سوا اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سوا اس کے معنی یہی ہیں سو ہر بندہ کو چاہئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی سے اتجا کرتا رہے، اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے، اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی جہاں تک خیال جائے، تب اللہ کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) زبان پر مہر لگا دیتا ہوں اور کہتا ہوں، وہ جو چاہے کرے کوئی کچھ پوچھ نہیں سکتا، یہ پرندے بھی میرے ہیں اور مڈھتین بھی میرے ہی ہیں، بیچ میں بولنے والا (فضولی) کون ہے؟ جو ہمارے عمل پر تنقید کرتا ہے۔

سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے، کیونکہ وہ پروردگار غفور رحیم ہے سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور بگناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شیخ بنا دے گا، غرضیکہ جیسی اپنی ہر حاجت اسی کو سونپا چاہئے اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے جس کو وہ چاہے ہمارا شیخ کر دے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے اور اس کی اپنی حمایت کے واسطے پکاریئے اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو مجھول جائیئے، اور اس کے احکام کو یعنی شرع کو بے قدر کر دیجئے اور اسی اپنے حمایتی ٹھہرا دینے ہوتے کی راہ درسم کو مقدم سمجھتے کہ یہ بڑی قباحت کی بات ہے اور سارے نبی اور ولی اس سے بیزار ہیں وہ ہرگز ایسے لوگوں کے شیخ نہیں بنتے بلکہ غصہ ہو جاتے ہیں اور اٹلے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کی تو بزرگی یہی تھی کہ اللہ کی خاطر کو سب جو روپیٹے ہر میڈا شاگرد، نوکر، غلام یا آشنا کی خاطر سے مقدم رکھتے تھے اور جب یہ لوگ اللہ کے خلاف مرضی ہوتے تھے تو وہ بھی ان کے دشمن ہو جاتے تھے، تو پھر یہ پکارنے والے لوگ ایسے کیا ہیں کہ وہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اس کی خلاف مرضی ان کی طرف سے ان کے حضور میں جھگڑنے بیٹھیں گے بلکہ بات تریوں ہے کہ "الْحُبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ" ان کی شان ہے جس کے حق میں اللہ کی خوشی یوں ہی ٹھہری کہ اس کو دوزخ ہی میں بھیجے تو وہ اور دو چار صکے دینے کو تیار ہیں۔

مَشْكُوتَةُ كَبَابِ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ مِثْلَهَا	أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
كَتَرْتُمِي نَفِي ذِكْرِكَا كَرْتَلُ كِيَا ابْنِ عَبَّاسٍ	رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ
نَفِي كَرْتَمِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي	رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
سَوْفَرِ مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي	وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا مَسْلَمُ

أَحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ أَحْفَظِ اللَّهَ تَجَاهَكَ
 وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ
 إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ
 وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ
 عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوا بَشَرًا
 لَمْ يَنْفَعُوا إِلَّا بَشَرًا قَدْ
 كَتَبَ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا
 عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ
 لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ
 كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ
 رَفَعْتَ الْأَقْلَامَ وَخَفَتِ
 الْقُحُفُ .

یاد رکھے گا تجھ کو، یاد رکھے اللہ کو پاوے گا
 تو اس کو اپنے روبرو، اور جب مانگے تو
 کچھ، مانگ اللہ ہی سے، اور جب مدد
 چاہے تو مدد چاہ اللہ ہی سے اور یہ
 یقین سمجھ لے کہ بے شک سب لوگ
 اگر اکٹھے ہو جاویں اس پر کہ کچھ فائدہ
 پہنچاویں تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے
 مگر جتنا کہ لکھ دیا اللہ نے تیرے حق
 میں، اور جو اکٹھے ہو جاویں اس پر کہ
 نقصان پہنچاویں تجھ کو کچھ، تو نقصان
 پہنچا سکیں گے، مگر وہی کہ لکھ دیا ہے
 اللہ نے تجھ پر، اٹھائی گئی قلم اور سوکھ
 گیا کاغذ۔

ف :- یعنی اللہ تعالیٰ، کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے پر اور بادشاہوں
 کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیرا ہی التجا کرے اس کی طرف اسے غرور کے خیال
 ہی نہیں کرتے، اسی لیے رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں اور ان کا وسیلہ ڈھونڈتے
 ہیں تاکہ انہیں کی خاطر سے التجا قبول ہو جاوے، بلکہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے وہاں کسی کی
 وکالت کی حاجت نہیں جو اس کو یاد رکھے وہ آپ ہی اس کو یاد رکھتا ہے، کوئی سفارش
 کرے یا نہ کرے، اور اسی طرح گو کہ وہ سب چیز سے پاک ہے اور سب سے بلند، مگر اور
 بادشاہوں کا ساد بار نہیں کہ کوئی رعیتی لوگ وہاں پہنچ نہ سکیں، اور امیر و وزیر ہی رعیت

پر حکم چلاویں، اور رعیت کے لوگوں کو انہیں کا ماننا ضرور پڑے اور انہیں کا دربار کرنا پڑے، بلکہ اپنے بندوں سے بہت نزدیک ہے جو ادنیٰ بندہ اپنے دل سے اس کی طرف متوجہ ہو دے تو وہیں اس کو اپنے منہ کے آگے پاوے، وہاں اپنی غفلت ہی کے سوا اور کچھ پردہ نہیں، جو کوئی کچھ اس سے دور ہے سو اپنی غفلت کے سبب سے دور ہے، اور وہ سب سے نزدیک پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو پکارتا ہے کہ اس کو اللہ سے نزدیک کر دیوں، سو یہ نہیں سمجھتا ہے کہ پیر و پیغمبر تو اس سے دور ہیں اور اللہ نہایت نزدیک، سو یہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک رعیتی آدمی اپنے بادشاہ کے پاس اکیلا بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اسی کی عرض سننے کو متوجہ ہے پھر وہ رعیتی امیر و وزیر کو کہیں دور سے پکارے کہ تو میری طرف سے فلانی بات بادشاہ کے حضور میں عرض کر دے، سو وہ یا اندھا ہے یا دیوانہ اور فرمایا کہ ہر مراد اللہ ہی سے مانگے، اور ہر مشکل میں اسی سے مدد چاہے اور یہ یقین سمجھ لیجئے کہ علم تقدیر ہرگز نہیں مٹتا، پھر اگر سارے جہاں کے بڑے اور چھوٹے مل کر چاہیں کہ کسی کو کچھ نقصان و نفع پہنچائیں اللہ کے لکھے سے کچھ بڑھ نہیں سکتا،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر بدل سکیں جس کی تقدیر میں اولاد نہیں اس کو اولاد دے دیوں جس کی عمر تمام ہو چکی ہو اس کی عمر دیوں، سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ اپنے ہر بندہ کی کسی دعا قبول بھی کر لیتا ہے، اور انبیاء اور اولیاء کی اکثر دعا کی توفیق دیتا بھی اسی کے اختیار میں ہے اور قبول کرنا بھی، اور دعا بھی کرنی اور مراد بھی ملنی دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہیں تقدیر سے باہر کوئی کام دنیا میں ہو نہیں سکتا اور کچھ کام کرنے کی قدرت نہیں، ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا، نبی ہو یا ولی، سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اس کی جناب میں دعا کرے، کچھ اور طاقت نہیں رکھتا، پھر وہ مالک و مزارعے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے چاہے اپنی

حکمت کی راہ سے قبول نہ کرے،

اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَهٗ عَنْ
عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَلْقَبَ
ابْنُ اَدَمَ يَكْلُ وَاِدُّ ثُعْبَةً فَمَنْ
اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشَّعْبَ لَمَّا
لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ بِاَعْي
وَاِدُّ اَهْلَكَهٗ وَمَنْ
تَوَلَّى مَلَى اللّٰهَ كَفَّاهُ
الشَّعْبَ

مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبور میں لکھا
کہ ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ عمرو بن العاص
نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ بیشک آدمی کے دل
کی ہر میدان کی طرف راہ ہے سو جو کوئی
پیچھے ڈالے اپنے دل کو سب راہوں کے
تو کچھ پرواہ نہیں رکھتا اللہ کرے جسکل
میں تباہ کر دے اس کو، اور جو کوئی
بھروسہ کرے اللہ پر تو وہ کفایت کرتا
اس کو سب راہوں سے۔

ف :- یعنی جب آدمی کو کسی چیز کی طلب ہوتی ہے یا کوئی مشکل اڑ جاتی ہے
تو اس کے دل میں ہر طرف خیال دوڑتے ہیں کہ فلاں پیغمبر کو پکاریے، فلاں امام کی
مدد چاہئے، فلاں پیر شہید کی منت مانئے، فلاں پیری کو مانئے، فلاں نے نجومی یا رمال سے
پوچھئے، فلاں نے لٹا سے فال کھلو ایسے، پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ اس سے
اپنی قبولیت کی نگاہ پھیر لیتا ہے، اور اس کو اپنے سچے بندوں میں نہیں رکھتا، اور اللہ کی
تربیت اور ہدایت کی راہ اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے، اور وہ اسی طرح ان خیالات
کے پیچھے دوڑتا ہی دوڑتا تباہ ہو جاتا ہے، کوئی دہرایا ہو جاتا ہے، کوئی لحد کوئی مشرک ہو جاتا
ہے، کوئی رعبے منکر، اور جو کوئی اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے اور کسی خیال کے پیچھے نہیں
پڑتا، سو اللہ اس کو اپنے مقبول لوگوں میں گن رکھتا ہے، اور اس پر ہدایت کی راہ کھول

دیتا ہے، اور اس کے دل کو چین اور آرام ایسا بخش دیتا ہے کہ خیالات باندھنے والوں کو ہرگز میسر نہیں ہوتا، اور جو کچھ جس کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اس کو مل ہی رہتا ہے، مگر خیالات باندھنے والا مفت رنج کھینچتا ہے، اور توکل کرنے والا چین و آرام سے پالیتا ہے۔

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ
النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْأَلِ
أَخَذَ كُمْرَتَهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا
حَتَّى يَسْأَلَ الْبَلْعَ وَحَتَّى يَسْأَلَ
تَسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ -

مشکوٰۃ کی کتاب الدعوات میں لکھا
ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ انہوں نے
نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہر
کسی کو چاہئے اپنی سب حاجت کی
چیزیں اپنے رب سے مانگے، یہاں
تک کہ نمک بھی، اور جو تے کا تہرچہ
ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔

ف :- یعنی اللہ تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہ سمجھے کہ بڑے بڑے کام تو آپ کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام، اور لوگوں اور چاکروں کو حوالہ کر دیتے ہیں، سو لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں ان کی التجا کرنی ضرور پڑتی ہے، سو اللہ کے یہاں کارخانہ یوں نہیں بلکہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ ایک ہی آن میں کروڑوں کام چھوٹے اور بڑے درست کر سکتا ہے، اور اس کی سلطنت میں کسی کی قدرت نہیں سو چھوٹی چیز بھی اسی سے مانگنا چاہئے، کیونکہ اور کوئی نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے نہ بڑی۔

وَأَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ
"وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"
دَعَا الْبَنِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مشکوٰۃ کے باب اللذات والامارات میں
لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ
نقل کیا ابوہریرہ نے کہ جب اترا یہ
آیت کہ خدا سے تو اپنی برادری کو

قَرَابَتُهُ فَعَمَّ وَخَصَّ
 فَقَالَ يَا بَعْثُ كَعْبِ ابْنِ لُؤَيٍّ
 أَنْتَ ذُو الْفُسْكَمِ مِنَ النَّارِ
 فَأَيُّ شَيْءٍ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ
 مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، أَوْ قَالَ فَأَيُّ
 لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
 وَيَا بَعْثُ مُتْرَقِ بْنِ كَعْبٍ
 أَنْتَ ذُو الْفُسْكَمِ مِنَ النَّارِ
 فَأَيُّ شَيْءٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ
 اللَّهِ شَيْئًا يَا بَعْثُ عَبْدِ شَمْسٍ
 أَنْتَ ذُو الْفُسْكَمِ مِنَ
 النَّارِ فَأَيُّ شَيْءٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ
 مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَعْثُ
 عَبِيدِ مَنَاةِ الْقَيْدِ وَ
 الْفُسْكَمِ مِنَ النَّارِ فَأَيُّ شَيْءٍ لَا أُغْنِي
 عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا بَعْثُ
 هَاشِمِ الْقَيْدِ وَ الْفُسْكَمِ مِنَ النَّارِ
 فَأَيُّ شَيْءٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
 وَيَا بَعْثُ مَبْدِ الْمَطْلَبِ الْقَيْدِ
 الْفُسْكَمِ مِنَ النَّارِ فَأَيُّ

جو ناما رکھتے ہیں تجھ سے، تو پکارا بیخبر
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نانتے والوں
 کو پھر اکٹھا کر کے پکارا۔ اور جدا جدا
 بھی، سو فرمایا اے اولاد کعب بن لوی
 کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ
 بے شک میں اختیار نہیں رکھتا تمہارا
 اللہ کے ہاں کچھ، یا یوں فرمایا بے شک
 میں نہیں کام آنے کا تمہارے اللہ کے
 ہاں کچھ، اور اے اولاد مرہ بن کعب
 لے اولاد عبد شمس کی بچاؤ تم اپنی جانوں
 کو آگ سے، کیونکہ بے شک میں نہ کام
 آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ، اور
 لے اولاد عبد مناف کی بچاؤ تم اپنی جان
 کو آگ سے کیونکہ بے شک میں نہ کام
 آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ، اور اے
 اولاد بنی ہاشم کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو
 آگ سے، کیونکہ میں نہ کام آؤں گا تمہارے
 اللہ کے ہاں کچھ، اور اے اولاد عبد المطلب
 کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ
 بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے

لَا تُعْنُ مِنْكَ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةَ الْقِدْيُ نَفْسِكَ
مِنَ النَّارِ سَلْبِي مَا شِئْتَ مِنْ بَالِي
فَأَيْفَ لَأُعْنِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
اللہ کے ہاں کچھ، اور اے فاطمہ بچا
تو اپنی جان کو آگ سے آگ لے مجھ
سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا
میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔

فت :- یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرباقتی ہوتے ہیں ان کو اس کی حمایت پر بھروسہ ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں، سو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرباقتیوں کو ڈرا دیوے، سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرباقت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو، سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا، سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرباقت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کہ کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔

الفصل الرابع

الفصل الرابع في ذكر الأشرار في العبادة
فصل چوتھی اشراک فی عبادت کی بات کی ہے یہاں،

ف۔ یعنی عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتلائے ہیں کہ سوا اس فصل میں یہ مذکور ہے کہ قرآن وحدیث میں اللہ کی تعظیم کے لوگوں کو کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ اور کسی کے لیے وہ کام نہ کیجئے کہ شرک لازم آوے،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَقَدْ
أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ بِالْأَمْرِ
سَدِيدٍ يُرْسِلُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى
إِلَى الْأَشْجَاتِ أَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
الْيَوْمِ (سورة هود، آیت ۱۰۱)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ ہود میں
کہ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی
طرف بھیجا یہ بات کہنے کو کہ بے شک میں
تم کو ڈرانے والا صاف ہوں یہ کہ عبادت
نہ کرو مگر اللہ کی بے شک میں ڈرتا ہوں
تم پر دیکھ کے دن کی مارے۔

لہ عبادت سے مراد وہ امور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کر لیا ہے اور ان کو
انسانوں کے لیے واضح کر دیا تاکہ ان امور میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ شریک کریں۔

ف۔

یعنی مسلمان اور کافروں سے مقابلہ حضرت فوحؑ کے وقت سے شروع ہوا ہے، سو جب ہی سے اس بات پر مقابلہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی تعظیم کسی اور کی سی نہ چاہئے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں وہ ادروں کے واسطے نہ کیجئے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَتَالَى لَتَسْجُدُوا

اللشیر وَلَا لِّلْعَمَیرِ وَسُجِدُوا

لِاللَّهِ الَّذِیْ خَلَقَہُمْ

اِنَّ کُنْتُمْ اِنَّا تَعْبُدُوْنَ

ان کو جو تم اسی کے بندے بنا چاہتے ہو،

ف۔ یعنی جبراً آدمی چاہے کہ اللہ ہی کا بندہ بنے تو سجدہ اسی کو کرے اور

کسی چاند سورج کو نہ کرے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین میں یوں ہی فرمایا ہے کہ سجدہ کرنا حق خالق ہی کا ہے، سو کسی مخلوق کو نہ کیا جاوے، کہ مخلوق ہونے میں چاند اور سورج، اور نبی اور ولی برابر ہیں، سو جو کوئی یہ بات کہے کہ اگلے دینوں میں کسی کسی مخلوق کو بھی سجدہ کرتے تھے، جیسے فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو کیا اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو، تو ہم بھی اگر کسی بزرگ کو کر لیں تو کچھ مضائقہ نہیں، سو یہ بات خلط آدمؑ کے وقت کے لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کر لیتے تھے چاہئے کہ یہ لوگ ایسی ایسی

خلف و سلف سبھی علماء اسلام، اور تمام فقہاء اور عارفین نیز دعوت کا کام کرنے والے مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ سجدہ خواہ عبادت کی غرض سے ہو یا تعظیم و توحیت کے طور پر خداوند قدوس کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں، یہ ان احادیث صحیحہ کے علاوہ ہے جو شہرت کی حد کو پہنچ چکی ہیں، فقہاء احناف و ائمہ نے تو مراحتاً سجدہ توحیت کو حرام کہا ہے، بعض نے تو ایسا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنتیں لانے والے اپنی بہنوں سے نکاح کر لیں، اور اصل بات یہی ہے کہ بندہ کو اللہ کا حکم ماننا چاہئے، جب اس نے جو حکم فرمایا اس کو جان و دل سے قبول کر لینا چاہئے اور حجت نہ نکالے کہ اگلے لوگوں پر تو یہ حکم نہ تھا ہم پر کیوں ہو اگر ایسی جنتیں لانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اس کی مثال یہ کہ ایک بادشاہ نے اپنے ملک میں ایک مدت تک ایک حکم جاری کیا پھر بعد اس کے ایک اور حکم جاری کیا پھر جو کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم پہلے ہی حکم پر چلے جاویں گے پھر حکم نہیں مانتے، سو وہ باغی ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ "وَأَن تَأْمُرُوا بِالْعَدْلِ وَالْإِنشَاءِ تَعَالَىٰ" اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ جن

(بقیہ ماشیہ گذشتہ کا) کرنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، شمس الائمہ نحوی نے مبسوط میں لکھا ہے کہ جس نے غیر اللہ کے لیے سجدہ تعظیم کیا وہ کافر ہو گیا، علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار، ج ۵، ص ۵۷۱ میں فرمایا ہے (غیر اللہ) کے سجدہ سے مطلقاً کافر ہو جائے گا، علامہ ابن حجر نے "الاعلام بقواطع الاسلام" میں فرمایا ہے بہت سے جاہل لوگ جو بزرگوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، یہ ہر حال میں قطعاً حرام ہے، خواہ سمت قبلہ کے لیے ہو یا کسی اور سمت میں اللہ کی نیت سے ہو یا نہ ہو، مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۲۷ھ نے حرمت سجدہ تحیت کے بارے میں ایک کتابچے کے اندر پچاس فقہی نصوص جمع کر دیے ہیں، کتابچے کا نام "الزبدۃ الزکیۃ" ہے حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد برہنہ جہد وائف ثانی متوفی ۱۳۲۷ھ نے اپنے ایک مکتوب میں جسے ایک ارادت مند کو (جب ان کو معلوم ہو کہ ان کے بعض ارادت مندان کو سجدہ تحیت کرتے ہیں اور وہ اس سے ان کو سختی سے منع ہیں) لکھا میرے بھائی سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں جو آخری درجہ کی ذلت اور محتاجی اور کمال عجز و تواضع کو ظاہر کرتا ہے، اسی لیے ذلت و تواضع کی اس قسم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص کر دیا گیا ہے، غیر اللہ کے لیے اس کی قطعاً اجازت نہیں، مکتوب ۱۳۲۷ھ بنام محمد نعمان (مکتوبات جہد وائف ثانی ص ۵)۔

الْمُحْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا
 مَعَ اللَّهِ أَحَدًا وَأَنَّهُ لَمَّا
 قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ
 كَادُوا يَكُونُ عَلَيْهِ لَيْلًا
 قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا
 رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ
 بِهِ أَحَدًا (سورہ یٰسین، آیت ۲۲-۲۴)

میں اور بے شک سجدے اللہ ہی کو
 ہیں سو نہ پکارو ساتھ اللہ کے کسی اور کو
 اور یہ کہ جب کھڑا ہوتا ہے بندہ اللہ
 کا کہ پکارے اس کو تو لوگ قریب سے
 کہ ہو جاویں اس پر ٹٹھہ، کہہ کر میں
 تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں
 شریک سمجھتا اس کا کسی کو۔

ف ۲۔ یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ پاک دل سے اس کو پکارتا ہے تو
 بے وقوف لوگ یوں سمجھتے گئے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا یہ جس کو چاہے سو دیوے
 جس سے جو چاہے چھین لے، سو اس بات کی امید کر کے اس پر بوجوم کرتے ہیں، سو اس
 بندے کو چاہئے کہ سچی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے، اور
 نفع و نقصان کی امید رکھنی اسی سے چاہئے، کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے، اور
 شریک اور شرک سے میں بیزار ہوں، سو جو کوئی یہ چاہے کہ یہ معاملہ مجھ سے کرے اور میں
 اس سے راضی ہوں یہ ہرگز ممکن نہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آداب سے کھڑا ہونا اور
 اس کو پکارنا اور اس کا نام چینا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی تعظیم
 کے لیے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَأَذِّنْ
 فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ
 رِجَالًا وَعَلَىٰ ذُرُوبِهِمْ
 يَأْتِيَوكَ مِنْ كُلِّ فِجٍّ حَبِيبٍ
 لِّتَشَاهِدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ حج میں
 کہ خبر کر دے لوگوں میں حج کی کہ چلے
 آویں گے تیرے پاس پیاد اور ڈوبے
 ڈوبے اونٹوں پر کہ چلے آتے ہیں دور
 دور کے رستے سے کہ آپہنیں اپنے

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ
 فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى
 مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ
 الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا
 وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَالرَّسُولَ
 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
 وَيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ
 (الحج، آیہ ۲۸-۲۹)

فائدوں کی جگہ میں اور یاد کریں اللہ کا
 نام کئی معین دنوں میں اس چیز پر کہ
 دیا ہے اس نے ان کو مویشی چرواہوں
 میں سے، سو کھاؤ اس میں سے اور کھاؤ
 بد حال محتاج کو، پھر چاہئے کہ تمام کریں
 میل کپل اپنا اور پوری کریں سنتیں اپنی
 اور طواف کریں اس قدیم گھر کا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے بعضے بعضے مکان ٹھہرائے ہیں، جیسے
 کعبہ اور عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور ساری مسجد الحرام
 بلکہ سارا مکہ معظمہ بلکہ سارا حرم، اور لوگوں کے دل میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا ہے کہ
 ہر طرف سے خواہ سوار خواہ پیادہ دور دور سے قصد کرتے ہیں اور رنج اور تکلیف سفر کی
 اٹھانے کیلئے ہو کر وہاں پہنچتے ہیں اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں،
 اور اپنی منتیں ادا کرتے ہیں، اور اس کا طواف کرتے ہیں، اور اپنے الگ کی تعظیم جو دل
 میں بھرز رہی ہے وہاں جا کر خوب نکالتے ہیں، کوئی چوکھٹ چومتا ہے، کوئی دروازے
 کے سامنے دعا کر رہا ہے، کوئی غلاف پکڑے ہوئے التجا کر رہا ہے، کوئی اس کے
 پاس اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر رات دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے، کوئی ادب سے
 گھڑا اس کو دیکھ رہا ہے، غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے کرتے ہیں اور اللہ ان
 سے راضی ہے اور ان کو دین و دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، سوائے اس قسم کے کام کسی اور کی

ہندوستان اور ایران میں بہت سے جاہل اور غلوپند لوگ اولیاء اللہ کی (بقدر امکان) منجانب سے

تعلیم کے لیے نہ کیا چاہتے اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر اور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے پھیلے ہو کر، وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، و زحمت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، اور کسی قسم کے کام کرنے، اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہتے کیونکہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہتے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "أَوْ فَرَّيَا اللَّهُ تَعَالَى نَسْرَةَ الْإِنْعَامِ فِيهِمْ
فِيَقَاتِلَ أَهْلَ الْبَيْتِ" كُنَّا نَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ قَبْلُ
(سورۃ انعام آیت ۱۶۶) سوا اور کی کر کے،

ف۔ یعنی جیسے سور اور لہو اور مردار ناپاک و حرام ہے، ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک اور حرام ہے کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کا ٹھہرا یا،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) قبروں اور مزارات کے لیے شدت حال کرتے ہیں اور ایسے آداب و لوازم اور احکام کو ضروری قرار دیتے ہیں جو حج کے آداب و احکام اور اس کے لوازم کے برابر ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات خشوع اور احتیاط و اتہام میں اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

لہ صحیح مسلم کے فقہاء اور قابل اعتماد اور مستند علماء اسلام نے جن کا قول حجت سمجھا جاتا ہے اس عمل کو سختی سے حرام قرار دیا ہے اور ان میں اکثر کے نزدیک یہ جانور مردار اور غیر شرعی طریقہ پر ذبح کئے ہوئے جانور کا حکم رکھتا ہے، کتب تفسیر اور احکام القرآن نیز مذاہب اربعہ و دیگر مذاہب کی کتب فقہ میں "وَمَا أُحِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ" کی تفسیر میں اس کا حکم دیکھا جاسکتا ہے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھہراتے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک، اس آیت میں کچھ اس بات کا ذکر نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت صلح

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی تفسیر میں اس کے بارے میں بھرپور اور بہترین تحقیق پیش فرمائی ہے، وہاں دیکھا جاسکتا ہے، علماء نے ہر اس جانور کو جو غیر اللہ کے تعظیم و تکریم کے طور پر ذبح کیا جائے شدت کے ساتھ خلط اور ممنوع قرار دیا ہے، حتیٰ کہ کسی بڑے حاکم و افسر کی آمد پر اس کی تعظیم و قربت کے خیال سے ذبح کئے جانے والے جانور تک کو حرام قرار دیا ہے (ذبح مختار، جلد ۵ ص ۱۶۶، بر حاشیہ ردالمحتار) کسی حاکم یا اس طرح کی کسی اور عظیم شخصیت کی آمد پر کسی وجہ سے جانور ذبح کرنا حرام ہوگا، اس لیے کہ وہ بھی ذبح لغیر اللہ میں شامل ہے، مشائخ محققین اور علماء کبار اس بات پر متفق ہیں، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی اپنے ایک مکتوب میں جو اپنی معتقد ایک خاتون کو لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں، "بہت سے جاہل لوگوں نے یہ معمول بنایا ہے کہ وہ اللہ کے ولی نیک لوگوں اور اپنے بزرگوں کے لیے جانور نذر دانتے ہیں، ان جانوروں کو ان کی قبروں پر لے جاتے ہیں اور ذبح کرتے ہیں، فقہار سے منقول ہے کہ انہوں نے اس کو شرک میں شمار فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں وہ بہت سخت مسلک رکھتے ہیں، کُھل کر اس کی شہادت بیان کی ہے اور اس قسم میں شامل فرمایا ہے جو کفار جنوں کی خوشی کی خاطر یا ان کی تلامذگی کے ثور سے ذبح کیا کرتے ہیں" (مکتوب نمبر ۱۳۵/۲)۔

لے ملا خطہ ہوشاہ عبدالعزیز دہلوی کی تفسیر (ص ۲۵۰ مطبع حموی) تفسیر آیت "وَمَا أُضِلَّ لِقَابِ اللَّهِ" اس موضوع پر وہاں سیر حاصل بحث کی گئی ہے، ائمہ کے اقوال اور کیا مفسرین کی آرا نقل فرمائی گئی ہیں۔

مخلوق کا نام لیجئے جب حرام ہو، بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کرے گا وہ سید احمد کبیر کی ہے، یا یہ بکرا شیخ سلیم کا ہے، سو وہ حرام ہو جاتا ہے، پھر کوئی جانور ہو، مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے، ولی کا یا نبی کا، باپ کا، دادا کے، بھوت کا یا پری کا، وہ سب حرام ہے اور ناپاک اٹک کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا لِيُحْيِيَ	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۃ یوسف
التَّجْنِبِ وَأَرْبَابِج	میں کہ حضرت یوسفؑ نے قید خانہ میں،
مُتَفَرِّقُونَ حَيْرَ أَمْرِ اللَّهِ	اور قیدیوں سے کہا اے رفیقو، قید خانہ کے
الْوَالِدِ الْقَهَّارِ	کیا کئی مالک جدِ جدیدے بہتر ہیں یا
مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ	اللہ ایک زبردست، نہیں مانتے ہو
إِلَّا أَسْمَاءَ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ	تم دوسے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ
وَأَبَاءُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ	ٹھہرائے ہیں تم نے اور تمہارے باپ
بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ الْمَلَكُ	دادوں نے، نہیں اتاری اللہ نے ان کی
إِلَّا لِلَّهِ أَمْرٌ أَلَّا تَعْبُدُوا	کچھ سند، نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے

۱۔ گمان غالب یہ ہے کہ ان سے مراد سید احمد رضا (م ۱۸۷۸ء) بانی طریقتہ رناعیہ ہیں۔
 ۲۔ ایک خیالی شخصیت ہے جس کا کوئی وجود نہیں، اس کا اعتقاد عام طور پر عورتیں رکھتی ہیں جو اپنی ضرورت کے پورے ہو جانے یا نذر پوری کرنے کے لیے ذبح کرتی ہیں،
 ذواللغات ج ۲، ص ۴۶، فرہنگ آصفیہ، ج ۲، ص ۱۹۸، میں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

إِلَّا آيَاتَهُ ذَلِيلٌ الدَّيْتِ اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس
 الْقَيْدُ وَلَكُمْ بِهِ الْغَنَاءُ کے سوا مت مانو رہی ہے دین مضبوط
 النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(یوسف، آیت ۲۰)

ف۔ یعنی اول غلام کے حق میں کئی مالک ہونے بہت نقصان کرتا ہے

بلکہ ایک مالک زبردست چاہئے کہ سب مراد اس کی پوری کر دے اور سب کاروبار اس
 کے بنا دے اور دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں
 ہیں بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ میں خیر بنا کسی کے اختیار میں ہے، اور
 دانہ آگنا کسی اور کے، اور اولاد کوئی اور دیتا ہے، اور تندرستی کوئی اور، پھر آپ ہی ان
 کے نام ٹھہرا لیتے ہیں، فلانے کام کے مختار کا نام یہ، اور فلانے کا یہ، پھر آپ ہی ان کو ملتے ہیں
 اور ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے،
 حالانکہ وہ سب حض اپنے غلط خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں ہے، وہاں نہ اللہ کے سوا
 کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام، اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں، سب

۱۔ اکثر قوموں اور جماعتوں میں شرک و بت پرستی، جھوٹی اور من گھڑت باتوں سے اس
 طرح جڑی ہوئی ہے جیسے دونوں رضاعی بھائی یا ایسے دوست ہوں جو ایک دوسرے جدا نہ ہوتے ہوں،
 یہ عقیدہ ہر شہر میں پھیل گیا ہے، اور شرک سے جڑ گیا ہے، انبیائے کرام کی تعلیمات اور ان کے
 صحیفوں سے ان کا رشتہ کٹ گیا ہے، بہت سے مزارات اور مقبرے ایسے ہیں جو محض خیالی
 شخصیتوں سے منسوب ہیں اور ان کے متعلق ایسی گڑھی ہوئی کہانیاں ہیں جن کا کہیں وجود نہیں
 ایسی جگہوں پر قبروں اور مزارات کا گڑھ لینا جن کے لیے شہر رحال کیا جاتا ہے، ان کی زیارت
 کی جاتی ہے، دور دور سے لوگ وہاں جاتے ہیں، بہت بڑھ گیا ہے انہیں سے (بقدر اگلے صفحہ پر)

خیال ہی خیال ہے، اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں، اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کا دوبارہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں، بلکہ محض اپنا خیال ہے ہو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا، اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں، بلکہ اللہ نے تو ایسے خیال باندھنے سے منع کیا ہے، اور وہ کون ہے کہ اس کے کہنے سے ان باتوں کا اعتبار ہووے یہی اصل دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلئے اور کسی کا حکم اس کے مقابل میں ہرگز نہ مانئے، لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں، پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے، سو اللہ کے حکم کے پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے، سو جو کوئی کسی امام کے یا مجتہد کے، یا غوث و قطب کے، یا مولوی و مشائخ کے، یا پاپ و اداوں کے، یا کسی بادشاہ یا وزیر کے، یا پادری و پینڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے، اور آیت و

(بقیہ ماشیہ گذشتہ کا) چند ہی صحیح ہیں، یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ اس نے شرک کو جھوٹ سے جوڑا،
 فرمایا: **فَلْيَجْتَبِئُوا الرَّجْمَ مِنْهُ وَالشَّيْءَ الَّذِي كَفَرَ بِهِ**۔ بتوں کی گندگی سے بچو، اور جھوٹ
قَوْلَ الزُّورِ (الحج-۳۴) بات سے بچو۔

اس لیے کہ مقصود خدا اور رسول کی پیروی ہے، اور علماء مجتہدین، اور ائمہ مذاہب، اللہ اور رسول کی باتوں کے شارح ہیں، وہ وضاحت طلب باتوں کی تشریح کرتے ہیں، (بقیہ ماشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث کے مقابلہ میں پیر و استاد کے قول کی سند پڑھے، یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات ان کی امت پر لازم ہو جاتی تھی، سولہ سی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے، بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے، پھر جو کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانئے اور جو موافق نہ ہو تو نہ مانئے،

اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ
مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَرَّ، اَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ
مشکوہ کے باب الایمان میں لکھا ہے کہ
ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا معاویہ نے
کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ جس شخص کو خوش
آئے، اگر تصویر کی طرح کھڑے رہیں

(لقد ماشیہ گذشتہ کا) آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والی باتوں کو قریب الفہم بنا دیتے ہیں، صحیح اور ضعیف کا فرق واضح کرتے ہیں، ناسخ اور منسوخ کو بتاتے ہیں، اجمل و مفصل کی تشریح فرماتے ہیں، یہ حضرات ان لوگوں کے لیے مسائل متبذات کرتے ہیں جن میں اجتہاد و ترجیح اور تنقید و تنقیح کے شرائط نہیں پائے جاتے، یا ایسے لوگوں کے لیے جو زمانہ وحی و نبوت سے بہت بعد میں آئے اور وہ بحث و تحقیق کی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتے، تو جس نے ان حضرات کے اقوال کو ایک شارح اور معلم کی حیثیت سے اپنا یا، یا فن کے اندر صاحب کمال ہونے کی وجہ سے ان کی بات کو قابل عمل ٹھہرایا تو اس میں حرج نہیں، اس لیے کہ ایک عام آدمی کو اجتہاد و تحقیق کا تکلف بنانا تکلیف الا یطاق ہے لیکن جو شخص کسی مجتہد کے قول کو شرعی نصوص پر جس خواہش انسانی یا تعصب و محبت جاہلیت کی بنا پر ترجیح دے تو وہ اپنی خواہش کا پیر و ہرگز نہ کہ مسلمانوں کے طریقہ کا۔

قِيَامًا فَلْيَسْتَبْرَأْ مَقْعَدَهُ
لوگ اس کے روبرو، سو شہر الیوسے
مِنَ الْمَنَارِ، وہ اپنا ٹھکانا آگ میں۔

ف :- یعنی جو شخص چاہے کہ اس کے روبرو لوگ ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے رہیں، نہ ہلے نہ چلیں نہ بولیں نہ ادھر ادھر دیکھیں بلکہ تصویر کی طرح بن جاویں، سو وہ شخص دوزخی ہے، کیونکہ وہ شخص خدائی کا دعویٰ رکھتا ہے جو تعظیم کر اللہ کی خاص ہے کہ اس کے بندے اس کے روبرو نماز میں ہاتھ باندھ کے ادب سے کھڑے ہوتے ہیں، وہی اپنے لیے چاہتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی مرض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے کھڑے رہنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے شہرائے ہیں، سواہر کسی کے لیے نہ کیا چاہتے،

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ
مَشْكُورَةَ كِتَابِ الْفِتَنِ فِي كِتَابِهِ
لَوَيَاتٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
تَرْمِذِي نَعَى ذَكَرَ كِرْيَا ثَوْبَانَ سَ، هُنَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَتَسْوَمُ
السَّاعَةَ مَعَهُ تَلْحَقُ قَبَائِلُ
مِنْ أُمَّتِي بِالْمَشْرِكِ لَيْتَ وَحَقَّ
مِثْلُ قَبَائِلٍ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْتَانِ
میں، اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں کئی
قومیں میری امت میں سے تھانوں کو،

ف :- یعنی شرک دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ کسی کے نام کی صورت بنا کر پوجے، اس کو عربی زبان میں صنم کہتے ہیں، اور دوسرے یہ کہ کسی تھان کو ماننے یعنی کسی مکان کو، یا دوزخ کو، یا کسی پتھر کو، یا لکڑی کو، یا کاغذ کو، کسی کے نام کا شہر اگر پوجے، اس کو زبان عربی میں وثن کہتے ہیں، اس میں داخل ہے قبر اور کسی کا چلہ اور لحد، اور کسی کے نام

لہ شایر مصنف نے یہ بات بعض ائمہ سے کہیں اس قول کی بنیاد (بقیہ حاشیہ لگے صفحہ ۹۲)

کی چھڑی، اور تفسیر اور علم، اور شہادہ، اور امام قاسم کی اور پیر دستگیر کی، مہندھی اور امام کاچو ترہ، اور استاد پیروں کے بیٹھنے کی جگہ، کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) پر کہی ہے کہ منم وہ ہے جو انسانی شکل میں بنایا گیا ہو، اور جن وہ ہے جو اس کے علاوہ شکل کا ہو، زبیدی نے تاج العروس میں شرح دلائل (ج ۸، ص ۲۲۷) سے یہی نقل کیا ہے، ابن منظور نے لسان العرب میں (ج ۵ ص ۲۴۱) عفرے جملے نقل کیا ہے اس کی تائید ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جن معبودوں کی صورت بنائی ہو وہ اوثان میں ہیں، اور جن کی صورت بنائی ہو وہ اصنام میں ہیں ان دونوں کی تفسیر اور دونوں میں فرق کے اندر علماء لغت کے اقوال مختلف ہیں، بعض علماء لغت نے اس کے برعکس کہا ہے، بعض نے دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، دونوں کا اطلاق ایک دوسرے کے معنی پر کیا ہے، آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کے تتبع اور کلام عرب سے پہلے قول کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے، مؤلف نے اسی کو صحیح سمجھا ہے، ولہذا علم، لہ ہندوستان میں اس کو تفسیر کہا جاتا ہے، اور اس کو جلوس کی شکل میں کندھوں پر لے جایا جاتا ہے، اس پر حضرت حسین کے مرثیہ و ماتم میں غمناک اشعار پڑھے جاتے ہیں، اور وہ اشعار پڑھے جاتے ہیں جو ظلم و ستم دلی کی داستان بیان کرتے ہیں۔

لہ ہندوستان و عراق میں شیعوں میں بہت جھنڈے اٹھاتے ہیں، اس سے مقصود ان جھنڈوں کی نقل و شبہ ہوتا ہے جو میدان کربلا میں سیدنا حسینؑ کے ساتھی، افراد خاندان، اور ان کے ساتھ لڑنے والے اٹھائے ہوئے تھے، ان کے اور عبید اللہ بن زیاد کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

لہ اردو میں (اشدہ) (شدہ) کہا جاتا ہے، یہ ایک جھنڈا ہوتا ہے جو محرم کے زمانہ میں کاغذی قبروں کے ساتھ نکالا جاتا ہے اور اس کو گھمایا جاتا ہے، (بقیہ حاشیہ لگے صفحہ ۹۲)

اور وہاں جا کر نذریں چڑھاتے ہیں اور تین ملتے ہیں، اور اسی طرح شہید کے نام کا طاق، اور نشان، اور توپ، جس کو بکرا چڑھاتے ہیں، اور اس کی قسم کھاتے ہیں، اور اسی طرح بعضے مکان مرضوں کے نام سے مشہور کرتے ہیں، جیسے سیتلا کا تھان، یا سانی کا، یا بھوانی کا، یا کالی کا، یا کالکا کا، یا براہی کا، غرض کہ یہ سب دشمن ہیں، سو پیغمبر خدا نے خبر دی ہے کہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) اس کی اصل یہ ہے کہ چاندی کا دستہ ہوتا ہے جس کو ایک لکڑی میں باندھ کر اس پر سرخ اور ہر رنگ کا کپڑا باندھ دیا جاتا ہے، یہ لفظ شہادت سے منسوب یعنی باندھنا، ملاحظہ ہو نور اللغات، ج ۳ ص ۲۶، اور فرہنگ آصفیہ، ج ۲ ص ۱۰۔

۲ امامیہ طبقے کے شیعہ کاغذ کی ایک چوکور رنگین شکل بناتے ہیں، اور اس کے چاروں طرف سرخ اور ہری شیمیں جلاتے ہیں، اس کو مہندی کہتے ہیں، اس کو وہ اس گھر میں رکھ دیتے ہیں، جس میں کاغذی قبریں رکھتے ہیں (نور اللغات، ج ۳ ص ۲۸۲) اور امام قاسم سے مراد قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں، اپنے برادر معظم حضرت حسن کی وصیت کے مطابق حضرت حسینؑ نے کر بلا میں ان سے اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی، شیعہ اور ان کے مقلدین کے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے چچا کے ساتھ ۱۴ سال کی عمر میں شہید کئے گئے، مہندی خوشی و زینت کی علامت ہے شادیوں میں اس کا ہر دیا جاتا ہے دلہن اپنے دونوں ہاتھوں میں مہندی لگاتی ہے۔

۳ اس جگہ مولف نے ان معبودوں کے کچھ نام گنائے ہیں جو محض خیالی اور من گھڑت ہیں، جن کے بارے میں ہندوستان میں برہمنوں اور بت پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان دیوتاؤں کا بعض وباؤں اور بیماریوں سے خصوصی تعلق ہے، لہذا ان کے ذریعہ ان بیماریوں سے بچنے یا شفا یابی کے لیے ان سے درخواست کی جاتی ہے۔

مسلمان جو قیامت کے نزدیک مشرک ہو جاویں گے ان کا شرک اسی قسم کا ہوگا کہ ایسی چیزوں کو مانیں گے برخلاف اور شرکوں کے، کہ جیسے ہندو یا مشرکین عرب کہ اکثر صنم پرست ہیں، یعنی مورتوں کو مانتے ہیں سو دونوں مشرک ہیں، اللہ سے پھرے ہوئے، رسول کے دشمن،

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي
الطُّفَيْلِ أَنَّهُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَخْرَجَ صَحِيفَةً
فِيهَا لَعَنَ اللَّهُ
مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ
اللَّهِ -

مشکوٰۃ کے کتاب الصيد والذباح
میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ
ابی الطفیل نے نقل کیا کہ حضرت علیؑ
نے ایک کتاب نکالی اس میں یوں
لکھا تھا کہ لعنت کری اللہ نے اُس
شخص کو کہ ذبح کرے واسطے غیر اللہ

کے،

ف :- یعنی جو کوئی اللہ کے سوائے کسی اور کے نام کا کوئی جانور کرے
سو وہ ملعون ہے، حضرت علیؑ نے ایک کتاب میں کسی حدیث پیغمبر خدا کی لکھ رکھی تھیں
سوان ہی میں کی یہ بھی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے نام کا جانور کرنا
یہ بھی ان ہی کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے خاص اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائے ہیں،

۱۔ ہر صاحب عقل یہ سمجھتا ہے کہ اس میں ہمان نوازی، مہمان کے اکرام اور دعوتوں میں جو
جانور ذبح ہوتے ہیں وہ شامل نہیں، اس میں وہ شامل ہوں گے جو دینی اعتقاد کے طور پر حصول
قرب کے لیے ذبح کئے جائیں، عبادت و تقرب کے خیال سے حصول نفع اور نقصان پہنچنے کے لیے ذبح
کئے جائیں فقہ کی کتابوں میں ذبح لغیر اللہ کے مسائل اور اس گوشت کی حرمت تفصیل سے مذکور ہے۔

اسی کے نام پر کرنا چاہتے اور کسی کے نام پر کرنا شرک ہے۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَمَّنْ
عَالِيَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَذُوبُ
اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ مَعَهُ
يُعْبَدُ اللَّاتُ وَالْعُزَّى
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ
كُنْتُ لَا ظُرْبُ حَيْثُ أَنْزَلَ
اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ
أَنْ ذَلِكَ نَمَاقَاتُ
إِسْنَةٍ سَيَكُونُ مِنْ ذَلِكَ
مَا سَأَلَ اللَّهُ ثُمَّ سَمِعْتُ
اللَّهَ رِيحًا طَيِّبَةً فَمَوْتِي
كُلُّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ
مِنْ خَرُولٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيَقِي آمِنًا
لَا يَخِيرُ فِيهِ فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ

مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعة الا
علیٰ شہرا راناس میں لکھا ہے کہ سلم
نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت عائشہؓ
نے کہ سنا میں نے پیغمبر خدا سے کہ
فرماتے تھے کہ نہیں تمام ہوئے گا
رات اور دن، یعنی قیامت نہ آئے گا
یہاں تک کہ پو میں لات و عزری کو،
سو کہا میں نے یا پیغمبر خدا بے شک
میں جانتی تھی جب اتاری تھی اللہ
نے یہ آیت ہو الذی ارسلا
رسوله بالهدى "کہ بے شک
یوں ہی رہے گا آخر تک، فرمایا کہ
بے شک ہو گا اسی طرح جب تک
چاہے گا اللہ پھر بھیجے گا ایک باواچی
سوجان نکالے گی جس کے دل میں
ایک رائی کے دانہ بھرا ایمان ہو گا سو
وہ جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ
بھلائی نہیں، سو پھر جاویں گے اپنے
باپ دادوں کے دین پر،

ف ب

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ برات میں کہ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا ہی برامائیں، سو حضرت عائشہؓ نے اس آیت سے سمجھا کہ اس سے سچے دین کا روزِ قیامت تک رہے گا، سو حضرت نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہو گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو گا مر جاویں گے، اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ جھلائی نہیں، یعنی اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے، سو اسی طرح سے شرک میں پڑ جاویں گے، کیونکہ اکثر پرانے باپ دادے جاہل مشرک گذرے ہیں جو کوئی ان کی راہ و رسم کی سند پکڑے آپ ہی مشرک ہو جاوے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، یعنی مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی امام و شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، اور کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں، اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں، جیسا برہمن سے پوچھنا، شگون لینا، ساعت ماننا، سیٹلا مسانی پوجنا، ہنومان تو ناچار، کوا بیری کی دہائی دینی، دیوالی کا تہوار

۱۔ اس موقع پر مصنفؒ نے ان ہندوستانی مہندوں اور دیوتاؤں کا ذکر کیا ہے، جس کے بارے میں ہندوستان کے اہل شرک اور بت پرستوں کا اعتقاد ہے کہ وہ دنیا میں تصرف (یعنی اپنا حکم چلانے کی قوت رکھتے ہیں) اور بعض پھیلی ہوئی بیماریوں سے ان کا توی تعلق ہے۔

۲۔ جس میں ہندوستان کے ہندو اپنے گھروں میں رکھی کرتے ہیں۔ (ایضاً حاشیہ صفحہ ۹۷ پر)

کرنا، نوروز و مہرجان کی خوشی کرنی، قمر در عقرب تحت الشعاع کا اعتبار کرنا، کریم سب زمیں ہنود و مجوس کی ہیں کہ مسلمانوں میں رواج پاگئی ہیں، اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کی راہ اسی طرح کھلے گی کہ قرآن و حدیث چھوڑ کر باپ دادوں کی رسموں کے پیچھے پڑیں گے،

مَشْكُوَّةُ كَبَابٍ لَا تَقُومُ السَّاعَةَ إِلَّا	أَخْرَجَ مُسْلِمًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
عَلَى شَرَارِ النَّاسِ فِي لَمَحَاتِهِ كَمَا سَلِمَ	بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ
نَعْنَعُ ذَكَرَ كَيْفَ كَرَّمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو نَقَلَ كَيْفَ كَرَّمَ	اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَسْفِرُ خَدَّيْنِ فَرَمَا كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	يَخْرُجُ الذَّجَالُ فَيَعْتُ اللَّهُ
بِحَبِيصِ كَرَّمَ عِيْسَى بِيْتِي مَرْيَمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	عِيْسَى بِنَ مَرْيَمَ فَيَطْلُبُ
كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	فِيهِ لَكُمُ لَسْمُ يَرْسَلُ اللَّهُ
كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ
كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	وَلَا يَسْفِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ
كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	لَحْدًا فِي قَلْبِهِ مَشْقَالٌ
كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	ذَرَّةً مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَسَهُ
كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	فَيَسْفِي شَرَارَ النَّاسِ فِي
كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ كَرَّمَ	خِيفَةِ الطَّيْرِ وَاحْلَامِ السَّبَاعِ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ ص ۹۶) چراغ اور شمعیں جلاتے ہیں اور آتشیں کھیل کھیلے ہیں، طرح طرح کی مستحائیاں بناتے ہیں اس کے تحائف بھیجتے ہیں، اور اس کے ذریعہ مال و خوشنختی کے دیر تا کا تقرب حاصل کرتے ہیں جن کا نام انہوں نے لمبی دیری رکھا ہے۔

لَا يَغْرِ قَوْلَ مَعْرُوفًا
وَلَا يَسْكُرُونَ مُنْكَرًا فَيَتَّخِلُوا
لَهُمُ الشَّيْطَانَ فَيَقُولُ أَلَا
تَتَحَيُّونَ فَيَقُولُونَ مَاذَا
تَأْمُرْنَا يَا مَعْرُوفُ
بِعِبَادَةِ الْأَوْلِيَاءِ وَمَنْ
فِي ذَلِكَ ذِكْرٌ رِزْقُهُمْ
حَسْبُ عَيْشِهِمْ

کلمہ کی فکر میں نہ اچھی سمجھتے ہیں کسی
اچھی بات کو، نہ بری سمجھتے ہیں کسی بری
بات کو، پھر ہمیں بدل کر اوسے گا ان کے
پاس شیطان، سو کہے گا کیا تم کو شرم
نہیں آتی، سو کہیں گے تو کیا بتاتا ہے
ہم کو، سو بتا دے گا ان کو پوجنا تھانوں
کا، اور ان کی اسمیں چلی آوے گی روزی،
اچھی طرح گذرے گی زندگی،

ف۔ یعنی آخر زمانہ میں ایمان دار لوگ مر جاویں گے اور محض یہ قیوف

لوگ رہ جاویں گے کہ رات دن پر لے مال کھا جانے کی فکر میں ہیں نہ بھلا بھیس نہ بڑا، پھر
شیطان بتا دے گا کہ محض بے دین ہو جانا بڑے شرم کی بات ہے، سو دین کا شوق ہو گا مگر
اللہ و رسول کے کلام پر نہ چلیں گے، بلکہ اپنی عقل سے دین کی راہیں نکالیں گے، سو شرک میں
پڑ جاویں گے اور اس حالت میں بھی ان کو روزی کی کشائش اور زندگی کا آرام مل جاوے گا،
وہ اس سبب سے اور زیادہ شرک میں پڑیں گے کہ جوں جوں ہم ان کو مانتے ہیں دوں دوں
مرادیں ملتی ہیں، سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہئے کہ بعضے وقت بندہ شرک میں پڑا ہوتا ہے اور
اس کے غیر سے مرادیں مانگیں ہیں، اور اللہ اس کی بھلائی کو اس کی مرادیں پوری کرتا ہے،
اور یوں سمجھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں سو مراد ملنے نہ ملنے کا اعتبار نہ کیجئے اور سچا دین توحید
کا اس لیے نہ چھوڑ دیجئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے
اور محض بے حیا ہی بن جاوے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی

برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کو ملانے سے بہتر ہے، کیونکہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ بات سکھاتا ہے،

أَخْرَجَ الشَّيْطَانُ مِنَ ابْنِ هُرَيْرَةَ
مَشْكُوتَةَ كَعْبِ بْنِ لَعْنَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُوا السَّاعَةَ
حَتَّى تَضْطَرِبَ الْبَيَاتُ
نِسَاءٌ دَرَسَ حَوْلَ
ذِي الْخَلَصَةِ

مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعة
الا علی شرار الناس میں لکھا ہے کہ بخاری
اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہؓ
نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہیں آنے
کی قیامت یہاں تک کہ لمبیں سرین
دوس کی عورتوں کے گرد ذی خلعہ کے

ف :- دوس نام ہے عرب کی ایک قوم کا ان میں ایک بت تھا جس کا نام ذی خلعہ تھا، وہ پیغمبر خدا کے وقت میں برباد ہو گیا تھا، مگر فرمایا کہ قیامت کے نزدیک اس کو پھر لوگ ملنے لگیں گے اور عورتیں اس کے گرد طواف کریں گی، سوان کے سرین ہلتے آپ کو نظر آئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے گھر کے سوائے اور کسی کا طواف کرنا شرک کی بات ہے اور کافروں کی رسم ہے یہ ہرگز نہ کیا چاہئے۔

۱۔ تبار میں ایک بت تھا جس کو قبیلہ دوس کے لوگ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے، اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے فرمایا آیات کے معنی جسم کے نیچے کا پچھلا حصہ، مراد یہ ہے کہ اس بت (خلعہ) کے گرد طواف کریں گے، یعنی کفر کریں گے اور پھر بتوں کی تعظیم و عبادت میں لگ جائیں گے، تبارین میں ایک مقام کا نام ہے، اور ذوالخلعہ دوس میں ایک بت کا نام ہے۔

الفصل الخامس

فِي رُكُودِ الْإِشْرَاقِ فِي الْعَادَاتِ،
فصل پانچویں اشراک فی العادات کی برائی کے بیان میں،

ف :- یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا مذکور ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے دنیا کے کاموں میں جیسا معاملہ اللہ سے رکھتا ہے کہ اس کی تعظیم طرح طرح سے کرتا رہتا ہے ویسا ہی معاملہ اور کسی سے ذکر ہے،

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى	قریبا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ نسا
إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ	میں کہ نہیں پکارتے درے اللہ کے
إِسْتَاةٍ وَإِن يَدْعُونَ	مگر عورتوں کو، اور نہیں پکارتے ہیں
إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا لَعَنَهُ اللَّهُ	مگر شیطان سرکش کو، کہ لعنت کی اس
وَقَالَ لَا تَخْذَلْ مِنْ	کو اللہ نے اور اس نے کہا کہ بے شک
عِبَادِي لَيْسَ أَمْرٌ وَصًا	میں الگ نکال لوں گا تیرے بندوں کی

اس فصل میں وہ آیات و احادیث نقل ہوں گی جو یہ بتاتی ہیں کہ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی عادات اور دنیاوی کاموں میں غیر اللہ کی تعظیم اس امان سے کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہے،

وَلَا صَلَاتَهُمْ وَلَا مَشِيَّتَهُمْ
 وَلَا مَوْتَهُمْ فَلْيَتَكَبَّرْ
 آذَانَ الْأَعْمَامِ وَلَا مَوْتَهُمْ
 فَلْيَغْتَبِرْ خَلْقَ اللَّهِ
 وَمَنْ يَتَّخِذِ الْقَيْطَانَ وَلِيًّا
 مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ
 خُسْرَانًا مَبِينًا هَ يُعَذِّبُهُمْ
 وَيُنَبِّئُهُمْ وَمَا يَعِدُهُمْ
 الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ذَلِكَ
 مَا وَفُّهُمْ جَهَنَّمَ وَلَا يَحْدُونَ
 عَنْهَا مَحِيصًا (الف، آیت ۱۱۱)

ایک حصہ، بے شک بے راہ کروں گا
 اور خیالات میں ڈالوں گا ان کو سو
 کاٹیں گے جانوروں کے کان اور بیشک
 سکھاؤں گا میں ان کو سو بدل ڈالیں گے
 صورت بنائی ہوئی اللہ کی، اور جس نے
 ٹھہرایا شیطان کو حمایتی اللہ کو چھوڑ
 کر، سو بے شک مرتع ٹوٹے میں پڑا،
 جو وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو
 محض دغا ہے، ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ
 ہے، اور نہ پاویں گے اس سے
 چھٹکارا

ف۔ یعنی اللہ کے سوائے جو اور لوگوں کو پکارتے ہیں سو اپنے خیال میں

لے قرآن کریم کی یہ آیت معجزات قرآن کریم میں سے ہے، مشرک قوموں کی بت برستی جیسے یونانیوں
 ہندؤں کی دیو مالا ہے وہ زیادہ تر موت خداؤں اور عورتوں ہی کے طبقے سے تعلق رکھتی ہے ان کی
 دل چسپی اور وارفتگی عورتوں ہی سے ہے، اور انہیں کے سامنے جھکتے ہیں، مذکر معبودوں سے
 ان کا شغف و تعلق بہت کمزور ہے، اکثر عبادت گاہیں (یعنی مندر) انہیں موت معبودوں کے
 نام سے بنے ہیں، خلف علم الانبیاء میں بھی انہیں کا ذکر و تذکرہ رہتا ہے، اس کی تصدیق ہر وہ شخص
 کرے گا جس نے یونانی فلسفہ اور ہندوستانی میتھالوجی کی تاریخ پڑھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ
 نے بالکل سچ فرمایا ہے، اِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ اِلَّا اَنَا نَا،

عورتوں کا تصور باندھتے ہیں، پھر کوئی حضرت بی بی کا نام شہر الیتا ہے، کوئی بی بی اسلیہ کوئی بی بی آناؤلی، کوئی لال پری، کوئی سیاہ پری، کوئی سیتلا اور سانی دکالی، غرض ایسے ہی خیالات باندھتے ہیں اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے نہ کوئی مرد، محض اپنا خیال ہے اور شیطان کا دسواں اور یہ جو کبھی سر پر چڑھ کر بولتا ہے اور کبھی کوئی کرشمہ دکھا دیتا ہے سو وہ شیطان ہے، سو سب ان کی نذر و نیازیں اسی کو پہنچتی ہیں، سو اپنے خیال میں تو عورتوں کو دیتے ہیں اور حقیقت میں شیطان لے لیتا ہے، اور ان کو اس سے کچھ فائدہ نہیں، نہ دین کا نہ دنیا کا، کیونکہ شیطان اللہ کی درگاہ سے رازدہ ہوا ہے، سو اس سے دین کا تو کیا فائدہ ہوتا ہے اور انسان کا دشمن اس کا کب بھلا چاہے، بلکہ وہ تو اللہ کے روبرو کہہ چکا ہے کہ بہت سارے تیرے بندوں کو اپنا بندہ بناؤں گا اور ان کو گمراہ کر دوں گا، کہ اپنے خیالات کو مانیں گے، اور جانور میرے نام کے ٹھہرا دیں گے، اور ان پر میری نیاز کا نشان کریں گے، جیسے جانور کا کان چیرنا، یا کان کا ٹٹا، یا اس کے گلے میں ناٹا ڈالنا، ماتھے پر مہندی لگانا، منہ پر سہرا باندھنا، منہ کے اندر پیسہ رکھنا، غرض کہ جو کچھ جانور پر نشان کر دیجئے اس بات کا کہ یہ فلانے کی نیاز ہے وہ سب اسی میں داخل ہے، اور یہ بھی شیطان نے کہا ہے کہ ان کو میں سکاؤں گا کہ اللہ کی صورت

۱۔ مشہور ہے کہ فرعون کی بیوی ہیں جن کے ایمان و استقامت کا قرآن کریم میں تذکرہ ہے انہوں نے اپنے عقیدہ توحید کی پاداش میں بڑی تکلیفیں جھیلیں، ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر سورہ تحریم)

۲۔ مؤلف نے اس موقع پر بہت سے ہندوستانی نام لکھے ہیں ان کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوتا، ان ناموں نے ہندوستانی دیوالا (میتا لوی) میں بڑی جگہ گھیر رکھی ہے اور ہندوستان میں بہت سے لوگوں کی عقلموں پر چلے ہیں۔

۳۔ جانوروں اور چوپایوں کے ساتھ ہندوستان کے مشرکین کی عادتیں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم

بنائی ہوئی بدلیں گے، یعنی جیسی اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی صورت بنا دی ہے، اس کو بدل ڈالیں گے، کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھے گا، کوئی کسی کے نام پر ناک کان چمیدے گا، کوئی واڑھی منڈا کر خوبصورتی دکھا دے گا، کوئی چار ابرو کی صفائی دے کر فقیری جھاڑیگا یہ سب شیطان کے دسواں ہیں اور اللہ و رسول کے خلاف، سو جس نے اللہ سے کریم کو چھوڑ کر شیطان سے دشمن کی راہ پکڑی سو صریح عین کھایا، کیونکہ شیطان اول تو دشمن، دوسرے سوائے دسواں ڈالنے کے کچھ قدرت بھی نہیں رکھتا، سو وہ یہی کرتا ہے کہ کچھ دھسے جھوٹے دیتا ہے کہ فلانے کو مانو گے تو یہ ہوگا اور فلانے کو مانو گے یوں ہوگا، اور دور دور کی آرزوئیں جتا ہے کہ اتنے روپیٹے ہو دیں تو ایسا باغ بنے اور محل تیار ہو، سو وہ ہاتھ نہیں لگتے سو آدمی گھبرا کر اللہ کی راہ بھول جاتا ہے، اور دل کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور ہوتا ہی ہے جو اللہ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے، یہ کسی کے ماننے نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ یہ سب شیطان کا دسواں ہے اور اس کی دغا بازی اور آخر انجام ان باتوں کا یہی ہے کہ آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے اور شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے، اور اصل دوزخی بن جاتا ہے اور ایسا شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے کہ بہتر اسی چاہے کہ چھوٹے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ حَسْبُ	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف
الَّذِي يَخْلُقُكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ	میں کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے پیدا کیا تم
فَرَقَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ	کو ایک جان سے اور بنایا اسی جھوٹا
إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا	اس کا کہ چہن پاوے اس سے، پھر جب
خَفِيضًا كَمَثَرِ النَّبْتِ	اس نے ڈھانپ لیا اس کو پیٹ رہ گیا
فَلَمَّا أَتَتْكُمْ ذُكُوهُنَّ	اس کو ہلکسا، پھر گزرتی اسی طرح پھر

رَبِّهِمَا الْغَيْبَ أَتَيْنَا
 حَمَلًا لَنُكَلِّمَنَّهُ مِنْ
 الشَّكْرِ إِنَّا فَهَّمْنَا أَتَيْنَاهَا
 مَلَكًا بَعَلَّكَ شَرَّكَارَ فِيمَا
 أَتَيْتَ فَتَعَالَى
 اللَّهُ عَمَّا
 يُشْرِكُونَ
 (سورۃ اعراف، آیت ۱۸۹-۱۹۰)

جب روحِ جمل ہوئی تو پکارنے لگے اپنے
 مالک اللہ کو کہ جو بخش دے تو ہم
 کو اچھا بچہ تو بے شک ہم ہو دیں حق
 ماننے والے، پھر جب اس نے
 دیان کو اچھا بچہ ٹھہرانے لگے اس کے
 شریک اسی چیز میں کہ اس نے دیان
 کو، سو بہت دودھ ہے اللہ ان کے
 شریک بنانے سے،

ف۔ یعنی اول بھی انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی سے جو روح بھی دی
 اور خاوندِ جبرود میں الفت دی، اور جب اولاد کی امید ہوتی ہے تو اس کو پکارتے ہیں، اور
 وعدہ کرتے ہیں جو اولاد اچھی بچی ہووے تو اللہ کا بہت حق مانیں، پھر جب وہ اولاد بخشا
 ہے تو اور دل کو ماننے لگتے ہیں، اور ان کی نذر دنیا میں کرتے ہیں، کوئی کسی کی قبر پر
 لے جاتا ہے، کوئی کسی کے تھان پر، کوئی کسی کے چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے بدھی
 پہناتا ہے، کوئی کسی کے بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کا فقیر بناتا ہے، کوئی نام رکھتا ہے
 نبی بخش، علی بخش، کوئی نیز بخش، کوئی سیتلا بخش، کوئی گنگا بخش، سو اللہ تو کچھ ان

لہ۔ یہ ایک ہندوستانی دیری (منزل خدا) کا نام ہے، اس کے پوجنے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ چھپک
 کے مرض کی مالک ہے، انسان اس دیری کے منشا سے اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے اسی کی مرضی سے اس
 سے شفا یاب ہوتا ہے، کبھی اس لفظ کا اطلاق نفس چھپک کی بیماری پر ہوتا ہے، ملاحظہ ہو۔

(نور اللغات ج ۲، ص ۴۰۰)

کی تدریجاً کی پروا نہیں رکھتا، وہ تو بہت بڑا بے پروا ہے، مگر وہ آپ ہی سرور
ہو جاتے ہیں،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجَعَلُوا
اللَّهُ جَمًّا أَذْرًا مَوَّالًا
وَاللَّعَامُ نَفِيًّا فَكَانُوا
حَدَّ اللَّهُ بِرَفْعِهِمْ
وَهَذَا لَشَرٌّ كَانُوا

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سوئے انعام
میں کر لوگ ٹھہرتے ہیں اللہ کا اس
چیز میں سے کہ اس نے پیدا کیا ہے کھیتی
اور مویشی سے ایک حصہ، سو کہتے ہیں
اپنے خیال میں کہ یہ اللہ کا ہے، اور یہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ مصائب کو دور کرنے اور بیماریوں سے شفا یاب ہونے کے سلسلہ میں
گڑھی ہوئی دیویوں اور خیالی شخصیتوں کا سہارا لینے کا عقیدہ بہت پرانے زمانے سے تھا،
خصوصاً مسلمانوں کے اندر بے پڑھی لکھی عورتوں میں۔ یہ بات پائی جاتی تھی، حضرت مجدد صاحب
یعنی حضرت شیخ احمد بن عبد اللہ حداد سرہندی ہمتی ۱۰۲۷ھ اپنی ایک معتقد و مرید نیک خاتون کے
نام خط میں لکھتے ہیں :-

بہت سی جاہل عورتوں نے غیر اللہ سے مدد طلب کرنے اور بلاؤں کو دور کرنے کے سلسلہ
میں ایسے نام گڑھ رکھے ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، چنانچہ اس گناہ میں مبتلا ہیں
جو شریعت اسلامیہ میں ممنوع و ناجائز ہے، لہذا وہ اپنے اس عقیدہ کے سبب شرک اور مشرکانہ حالت
کی بدترین مصیبت میں مبتلا ہیں، یہ بات اس وقت بہت کھل کر سامنے آتی ہے جب چھپک کی بیماری
کی وبا پھیل جاتی ہے جس کو ہندوستان میں عورتیں ستیلا کہتی ہیں، اب اوقات نیک اور صالح
عورتیں بھی اس کفر و جہالت کا شکار ہو جاتی ہیں، مشکل ہی سے کوئی عورت شرک کی ان بائیسوں سے
بچی ہوگی، اور اس وقت کے پھیلنے پر رسم و رواج سے محفوظ ہوگی۔ الاما شاہ اللہ وکتوبہ نمبر ۱۱۱۱ مکتوبہ امام بانی

فَمَا كَاتَ لِشَرِّكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ
إِلَى اللَّهِ وَمَا كَاتَ لِلشَّهِ
فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شَرِّكَائِهِمْ
سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

ہمارے شرکیوں کا، سورج شہر آیا ان
شرکیوں کا وہ نزل جاوے اللہ کی طرف
اور جو شہر آیا اللہ کا وہ مل جاوے اور
شرکیوں کی طرف بہت برا حکم
کرتے ہیں، (سورۃ النعام، آیت، ۱۳۷)

ف۔ یعنی سب کھیتی اور مویشی اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور کسی نے نہیں کی،
پھر اس میں سے جس طرح اس کی نیاز نکالتے ہیں اسی طرح اوروں کی بھی نیاز کرتے ہیں،
بلکہ اوروں کی نیاز کی جتنی احتیاط اور ادب کرتے ہیں اس کی اتنی نہیں کرتے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالُوا
هَذِهِ الْعِصَامُ وَحَمْرٌ
حَبْزٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ
لَسَّكَ مِنْ مَعْبُوهِمُ وَالْعِصَامُ
حَمْرٌ مِثْلُهُمْ وَوَالْعِصَامُ
لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا
إِفتِرَادٌ عَلَى اللَّهِ سَيَجْزِيهِمْ
بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ،
(سورۃ النعام، آیت ۱۳۹)

اور کہہ اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۃ
النعام میں کہتے ہیں یہ مویشی اور
کھیتی اچھوتی ہے کہ نہ کھاوے اس
کو مگر کہ وہی کہ چاہیں ہم اس کو،
محض اپنے خیال سے، اور بعضے مویشی
ہیں کہ منع ہے سواری اس کی، اور بعضے
ہیں کہ نہیں مذکور کرتے اللہ کا نام
اس پر، یہ سب جھوٹ باندھ لہے
اللہ پر، سو وہ سزا دیوے گا ان کو
بدلے جھوٹ باندھنے کے،

ف۔ یعنی لوگ محض اپنے خیال سے شہر لیتے ہیں، کہ فلائی چیز اچھوتی ہے،

اس کو فلا نا کھاوے اور فلا نہ کھاوے، اور بعضے جانوروں پر لادنے سے اور سواری سے

منع کرتے ہیں کہ یہ فلائے کی نیاز کا ہے اس کا ادب کیا چاہئے، اور بعضے جانوروں کو اللہ کے نام کا نہیں ٹھہراتے بلکہ اور کسی کے نام بتلاتے ہیں اور پھریوں سمجھتے ہیں کہ ان باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے اور مرادیں دیتا ہے سو یہ سب جھوٹ ہے اس کی سزا پادیں گے،

وَقَالَ اللَّهُ تَفَالَىٰ مَا جَعَلَ
اللَّهُ مِنْ تَحْيَاتِهِ وَلَا سَابِغَةً
وَلَا وَصِيْلَةً وَلَا حَامٍ وَلَا كَبْتِ
الذَّيْبِ كَفَرُوا فَيَذَرُوهَ
عَلَى الْاَشْيَاءِ الْكذِبَ وَالَّذِي هُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ، (سورہ مائدہ، آیت ۱۰۲) رکتے۔

ف۔ یعنی جو جانور کسی کے نام کا ٹھہراتے تھے اس کا ان پھاڑ دیتے تھے

۱۔ اس آیت کی تفسیر بخاری شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے، فرمایا بجزو اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ دیرتاؤں کے لیے چھوڑا جاتا ہے، کوئی شخص اس کو نہیں دہتا، سبب وہ اونٹنی جو دیرتاؤں کے نام پر آزاد چھوڑ دی جاتی تھی، اس پر سامان وغیرہ نہیں لادا جاتا تھا حضرت سعید فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا حضورؐ نے فرمایا میں نے عمر بن حامز اہلی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنت کو آگ میں گھسیٹ رہا ہے، یہ پہلا شخص تھا جس نے دیرتا کے نام پر اونٹنی کو آزاد چھوڑا، وسیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی بار دونچے دے پہلا زارد دوسرا مادہ ہو تو اس کو دیرتا کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے ہیں، سام وہ ساڈاؤٹ جس کو متعین جنتی کے بعد دیرتا کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس پر بوجہ نہیں اٹھاتے تھے،

اس کو بخیرہ کہتے تھے، اور جو سائبہ کہتے تھے اس کو سائبہ کہتے تھے اور جو کسی کی منت مانتے کہ فلانے جانور کا بچہ اگر ترگو سے تو ہم اس کی نیاز کر دیں پھر جو اکٹھا نہ موادہ ہوتا تو نہ کو بھی نیاز نہ چڑھاتے کہ مادہ کے ساتھ مل کر وہ بھی نیاز نہ ٹھہرے اس مادہ کو وصیلہ کہتے ہیں اور جس جانور کی پشت سے دس بچے ہو لیتے اس پر لانا اور چڑھنا موقوف کر دیتے اس کو حامی کہتے تھے سو فرمایا کہ یہ سب باتیں اللہ نے نہیں فرمائیں، یہ انہوں نے اپنی بیوقوفی سے رسمیں باندھ لی ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی جانور کسی کے نام کا ٹھہرا کر بنا اور کچھ اس کا نشان اس پر لگا دینا اور یہ معین کرنا کہ فلانے کی نیاز گائے ہی ہوتی ہے اور فلانے کی بکری اور فلانے کی مرغی یہ سب رسمیں بیوقوفی کی ہیں، اور خلاف اللہ کے حکم کے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
 "وَلَا تَقُولُوا لِمَا كَفَرْنَا بِهِ
 أَلَيْسَ كَذِٰبَ مَا
 حَلَلْنَا وَهُدًى لِّلْحَرَامِ
 لِنَقْتَرُ وَعَلَىٰ اللّٰهِ
 اَلْكُذِبِ اِنِ الَّذِيْنَ
 يَفْتَرُوْنَ عَلٰى
 اللّٰهِ الْكُذِبَ لَا يَفْلِحُوْنَ" (سورہ نحل ۱۱)

اور کہا اللہ تعالیٰ نے، یعنی
 سورہ نحل میں کہ نہ کہو جو ہم نے
 کربان کرتی ہیں تمہاری زبانیں
 کہ یہ کیا چاہئے اور یہ نہ کیا چاہئے کہ
 باندھتے ہو اللہ پر جھوٹ بے شک
 جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ
 وہ مراد نہیں پاتے،

ف۔ یعنی اپنی طرف سے جھوٹ مت ٹھہراؤ کہ فلانا کام کیجئے اور
 فلانا کام نہ کیجئے کہ کسی کام کو بھلا، یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے، سو اس میں اللہ پر
 جھوٹ باندھنا ہے اور یہ خیال باندھنا کہ فلانے کام کو یوں کیجئے تو مرادیں ملتی ہیں اور
 نہیں تو کچھ خلل ہو جاتا ہے سو یہ خیال غلط ہے کیونکہ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے کبھی مراد

نہیں ملتی، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عمرم کے پہینے میں پان نہ کھایا چاہئے، لال کپڑا نہ پہنے، حضرت بی بی کی محکم مرد نہ کھادیں اور جب ان کی نیاز کیجئے تو اس میں بالضرور فلانی فلانی ترکاریاں ہوں، ادرسی اور ہندی ہو اور اس کو لونڈی نہ کھاوے اور جس عورت نے دوسرا خاوند کیا ہے وہ بھی نہ کھاوے اور جو بیچ قوم ہو یا بدکار وہ بھی نہ کھاوے اور شاہ عبدالحق کا ترشہ حلوا ہی ہوتا ہے اور ان کو احتیاط سے بنائیے اور حق پینے والے کو نہ دیجئے، اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ہے اور بوعلی قلعہ کی رسمنی اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی اور بیاہ میں فلانی فلانی رسمیں ضروری ہیں اور موت میں فلانی فلانی، اور موت کے بعد نہ آپ شادی کیجئے نہ شادی میں بیٹھے نہ اچار ڈالئے اور فلانے لوگ نیلا کپڑا نہ پہنیں، اور فلانے لال سوئی نہ پہنیں ہو سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار اور اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جب اقام کرتے ہیں،

الخروج الشیخان عن زبید
بنی خالد الجہنی قال
اور مشکوٰۃ کے باب الکہانتہ
میں لکھا ہے کہ بنجاری و مسلم نے

۱۔ ہندوستان کے مشہور بزرگ شیخ شمس الدین بوعلی قلعہ رپانی پتی، تصوف و طریقت کی تعلیم شیخ شمس الدین تبریزی سے حاصل کی تھیں ان کا سلسلہ ہروردیہ سے تھا ۷۲۷ھ میں وفات پائی اور پانی پت میں مدفون ہوئے۔

۲۔ یہ جاہلی رسوم و عادات تھے جو ہندوستانی مسلمانوں میں بت پرستوں کے حوار میں رہنے کے سبب ان میں پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے ان کو اس مضبوطی سے اپنایا تھا، جیسے وہ نصی قرآنی سے ثابت ہوں اور شرعی امور و احکام ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر،

صَلَّيْ بِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسْلُوَةً
 الصَّبْحِ بِالْمَدْيِنَةِ عَلَى
 اَثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ
 فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى
 النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَسْتَدْرُونَ
 مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا
 اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ
 اَصْحَابُ مِيْنِ عِبَادِعِ مَوْجِبِي
 وَكَافِرِي، فَاَمَّا مَنْ قَالَ مَطْرًا
 يَفْضُلُ اللّٰهُ وَرَحْمَتِهِ فَاِنَّكَ
 مَوْجِبٌ بِيْ وَكَافِرٌ
 يَا لَكُوْكَبٍ وَ اَمَّا مَنْ
 قَالَ مَطْرًا نَابِسُوْكَ لَدَا وَ كَذَا
 فَاِنَّكَ كَافِرٌ بِيْ وَ مَوْجِبٌ
 يَا اَللُّوْكَبِ

ذکر کیا کہ زید بن خالد نے نقل
 کیا کہ نماز پڑھائی ہم کو سنی خیر
 نے نماز فجر کی حدیبیہ میں
 پیچھے مینہ کے کہ رات کو برساتا
 پھر جب پڑھ کے بیٹھے، منہ کیا
 لوگوں کی طرف پھر فرمایا کہ جانتے ہو
 تم، کیا فرمایا تمہارے رب
 نے، لوگوں نے کہا کہ اللہ و رسول
 ہی خوب جانتا ہے کہا کہ فرمایا
 کہ آج فجر کو ہوں گے بعضے بندے
 میرے مؤمن اور بعضے کافر، سو جس نے
 کہا ہم کو مینہ ملا اللہ کے فضل
 سے اور اس کی رحمت سے سو وہ مجھ
 پر یقین لایا، اور ستاروں کا منکر ہوا
 اور جس نے کہا کہ ہم کو مینہ ملا فلانے
 پنجتر سے، سو وہ میرا منکر ہوا، اور
 ستاروں پر یقین لایا،

ف۔ یعنی جو کوئی عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھتا ہے سو
 اس کو اللہ تعالیٰ اپنے منکروں میں جانتا ہے اور ستارہ پوچھنے والوں میں شمار کرتا ہے
 اور جو کوئی ان سب کا رعبار کا کارخانہ اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے سو اس کو اللہ بھی اپنے

مقبول بندوں میں گن لیتا ہے اور ستارہ پرستوں سے نکال لیتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک و بد ساعت کا ماننا اور اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا اور نجومی کے کہے پر یقین کرنا شرک کی باتیں ہیں کہ یہ سب نجوم سے علاقہ رکھتی ہیں، اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے،

اَخْرَجَ زَيْنُ الْعَبْدِ بْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اِقْتَبَسَ
بَابًا مِنْ بَابِ النُّجُومِ
بَغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللَّهُ فَقَدْ
اِقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ النَّجْمِ
الْمُنْتَهَمِ كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ
سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ
كَافِرٌ

مشکوٰۃ کے باب الکھانتہ میں
لکھا ہے کہ زین نے ذکر کیا کہ
ابن عباس نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا
نے فرمایا کہ جس نے سیکھی کوئی بات
علم نجوم کی سوائے اس کے کہ
بیان کی ہے اللہ نے تو سیکھی اس
نے ایک راہ جادو کی نجومی کا ہے
اور کاہن جادوگر ہے، اور جادوگر
کافر ہے

ف :- یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ستاروں کا بھی مذکور کیا ہے
کہ ان میں اللہ کی قدرت معلوم ہوتی ہے اور اس کی حکمت اور ان سے آسمانوں کی خوبصورتی
ہے اور شیطانوں کو انہیں سے ارادہ کر بھگاتے ہیں یہ بات ذکر نہیں کی کہ کچھ جہان کے
کارخانے میں ان کو دخل ہے اور دنیا میں کچھ بھلائی برائی ان کی تاثیر سے ہوتی ہے، سو
جو کوئی وہ پہلی بات چھوڑ کے اس دوسری بات کی تحقیق کے پیچھے پڑے اور اس سے معلوم
کہ کربیب کی باتیں بتایا کرے سو جیسا برہمن جنوں سے پوچھ پوچھ کر غیب کی باتیں
بتلاتا ہے کہ جس کو عربی زبان میں کاہن کہتے ہیں، یہ بھی اسی طرح نجوم سے معلوم کر غیب کی

باتیں بتلاتا ہے تو گویا نجومی اور کاہن کی ایک ہی راہ ہے اور کاہن تو جادو گروں کی طرح جنوں سے دوستی کرتا ہے اور ان سے دوستی اسی طرح پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ملتے اور پکارتے اور جھوگ دیجئے سو یہ کفر کی بات ہے، سو نجومی اور کاہن اور ساحر کفر کی راہ چلتے ہیں،

لَخُرَجَ مُسْلِمًا مِّنْ حَفْصَةَ	مشکوٰۃ کے باب الکہرمانتہ میں
زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	لکھا ہے کہ سلم نے ذکر کیا کہ بی بی حفصہ
فَلَمَّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ	نے نقل کیا کہ پیغمبر نے فرمایا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمَّ عَرَفَانَا	کہ جو کوئی جادوے کسی خبر بتانے
فَمَا لَهُ عَن شَيْءٍ لَّقَدْ تَقَبَّلَ	دلے کے پاس پھر پوچھے اس سے کچھ
لَهُ مَلَأُوهُ أَرْبَعِينَ	تو نہیں مقبول ہوتی اس کی نماز
لَيْلَةً	چالیس دن،

ف :- یعنی جو کوئی غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ رکھتا ہے اس کے پاس جو کوئی جا کر پوچھے تو اس کی عبادت چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی کیونکہ اس نے شرک کی بات کی اور شرک سب عبادتوں کا نور کھودیتا ہے اور نجومی اور رمال اور جہار دیکھنے والے اور نامہ نکلانے والے اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والے اسی میں داخل ہیں،

لَخُرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَمَّنْ	مشکوٰۃ کے باب الفال والبطور
قَبِيصَةَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى	میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	کہ قبیسہ نے نقل کیا کہ پیغمبر نے

أَلْعِيْفَةُ وَالطَّرْقُ
وَالطَّيْرَةُ مِنْ
الْجَبْتِ ،
فسر لیا کہ شگون لینے کے لیے جانور
اڑانے اور فال نکلانے کے لیے
کچھ ڈاننا اور کسی طرح کا شگون لینا
کفر کی رسموں سے ہے ،

أَخْرَجَ الْبُودَا وَدَعَىٰ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ مَعْبُودٍ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ الطَّيْرَةُ شِرْكٌ
الطَّيْرَةُ شِرْكٌ الطَّيْرَةُ
شِرْكٌ ،
مشکوٰۃ کے باب النعال والطيرو
میں لکھا ہے کہ البوداؤد نے ذکر کیا
کہ ابن مسعودؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا
نے فرمایا کہ شگون لینا شرک ہے
شگون لینا شرک ہے ، شگون
لینا شرک ہے ،

ف :- یعنی عرب کے لوگوں میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور اس کا بڑا اعتقاد تھا اس
پر حضرت نے کئی کئی بار فرمایا کہ شرک کی بات ہے تاکہ لوگ اس عادت کو چھوڑ دیں ۔

أَخْرَجَ الْبُودَا وَدَعَىٰ سَعْدُ
بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَاهَامَةٌ وَلَا عَذْوَى
وَالطَّيْرَةُ وَإِنْ تَكُنَّ
الطَّيْرَةُ فِي شَيْءٍ فَمِنَى
الذَّارِ وَالْفَرْسِ
وَالْمَرْأَةِ
مشکوٰۃ کے باب النعال والطيرو
میں لکھا ہے کہ البوداؤد نے ذکر کیا
کہ سعد بن مالک نے نقل کیا کہ
پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہسین ہارہ اور
نر کسی کا کسی کو مرض لگتا ہے اور نہ
کسی چیز میں نامبارکی ہے ، اور جوہر
نامبارکی کسی چیز میں تو گھر میں
اور گھوڑے میں اور عورت میں

(حاشیہ کے بغیر ہے)

فت :- یعنی عرب کے جاہلوں میں مشہور تھا کہ جو کوئی مارا جاوے اور اس کا کوئی بدلہ نہ لیوے تو اس کے سر کے گھو پر پی میں سے ایک اُتو نکل کر فسریا دگرتا پھرتا ہے اس کو ہمارے کہتے تھے سو بیغیر خدا نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ کہے کہ آدمی مر کر کسی جانور کی صورت میں بن آتا ہے سو وہ جھوٹا ہے اور یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ بعضے مرض جیسے خارش یا جذام ایک سے دوسرے کو لگ جاتا ہے سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں دستور ہے کہ جس لڑکے کو چھپک نکلے اس سے پرہیز کرتے ہیں اور لڑکوں کو اس کے پاس جانے نہیں دیتے کہ کہیں اس کے بھی نہ نکل آوے یہ کفر کی رسم ہے اس کو نہ ماننا چاہئے اور یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ فلانا نام فلانے کو نامبارک ہوا اور اس کو راست نہ آیا سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے اور کچھ اس بات کا اثر ہے تو تین ہی چیزوں میں ہے یعنی گھر گھوڑا عورت اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ چیزیں کبھی مبارک بھی ہوتی ہیں مگر اس کے معلوم کر لینے کی راہ نہیں بتائی کہ کیونکر جان لیجئے کہ یہ مبارک ہے اور یہ نامبارک، سو یہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو گھر شیر دہان اور جو گھوڑا ستارہ پیشانی اور عورت کبھی ہو تو نامبارک ہوتی ہے،

۱۔ (پچھلے صفحہ کا ماشیہ) امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، نخوت گھر، عورت اور گھوڑے میں ہے، اس کی وضاحت اسماء بنت عمیس کی روایت سے ہوتی ہے، جو طبرانی نے نقل کیا ہے، انہوں نے پوچھا اللہ کے رسولؐ! گھر کی نخوت کیا ہے؟ فرمایا: مومن کی تنگی اور پڑوسیوں کی خیانت، پوچھا جانور کی نخوت کیا ہے؟ فرمایا وہ اپنے اوپر سوار نہ ہونے سے اور شرارت کرے، پوچھا عورت کی نخوت کیا ہے؟ فرمایا: بائٹھ اور بد اخلاق ہونا۔

سواس کی کچھ سند نہیں بلکہ مسلمان لوگوں کو یوں چاہئے کہ ان باتوں کا کچھ خیال نہ کریں، اور جب نیا مکان لیویں یا گھوڑا ہاتھ لگے یا بیاہ کریں یا لوٹھی مول لیویں تو اللہ سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی بُرائی سے پناہ چاہیں اور باقی اور چیزوں میں اس قسم کے خیالات نہ دوڑادیں کہ تانا کام مجھے راست آیا اور فلانا نہ آیا۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ
 لَيْسَ صَرْفُ نِيَّةٍ قَاتِلٌ رَسُوْلٌ
 اَللّٰهُمَّ عَلَيَّ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَاعْدُوِيْ اَوْ اَوْلِيَا
 حَمَاةٌ وَّلَا اَصْنَفَرٌ
 مشکوٰۃ کے باب افعال والظہرہ
 میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ
 ابو ہریرہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر نے
 فرمایا کہ نہ کسی کا کسی کو مرض لگے
 اور نہ کسی مردہ کی کھوپڑی میں سے
 اونیکلے اور مفسر بھی کچھ نہیں،

۱۔ امراض کے متعدی ہونے کی نفی و انکار میں بہت سی احادیث مذکور ہیں، جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے اور مرض کے متعدی ہونے کی احادیث بھی موجود ہیں، مثلاً مجذوم (یعنی جذام کے مریض) سے اس طرح بھاگو (دور رہو) جیسے شیر سے ڈر کر بھاگتے ہو، اس سلسلہ میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں، لیکن نفی اور اثبات دونوں کے سلسلہ میں راجح قول دو مختلف حالتوں کی بنیاد پر ہے کہ جہاں مرض متعدی نہ ہونے کا تذکرہ ہے وہاں مخاطب وہ شخص ہے جس کا یقین و توکل علی اللہ اس درجہ کا ہو کہ وہ متعدی ہونے کے عقیدہ کو اپنے نفس سے دفع کر سکے، جذامی کے ساتھ کھانے کے سلسلہ میں حضرت جابرؓ کی حدیث اسی پر رسول کی جانے لگی، جیسا کہ کتاب کے متن میں آئے گا یا اس مضمون کی اور جو حدیثیں ہیں اسی پر معمول ہونگی، جہاں جذامی سے بھاگنے کا حکم ہے، وہاں مخاطب وہ شخص ہے جس کا یقین کمزور ہو اور عُدُوٰی“

فت ہے۔ یعنی عرب کے جاہلوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ جس کے ایسا مرض پیدا ہو جاوے کہ کھاتا چلا جاوے اور پیٹ نہ بھرے جس کو حکیم جوع الکلب کہتے ہیں تو اس

بقیہ ماشیہ گذشتہ کا۔ کے اعتقاد کو دفع نہ کر کے، حضور نے دونوں غسل فرمایا ہے تاکہ دونوں قسم کے لوگوں کے لیے آپ کے اسوہ حسنہ میں گنجائش رہے، بعض لوگوں نے کہا کہ متعدی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بذات خود وہ مرض کسی کو نہیں لگ سکتا ہے، جیسا کہ زمانہ جاہلیت کا عقیدہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ متعدی ہونے کا حکم جاری فرماتے ہیں، (لا مع الدراری علی جامع البصائر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی)

۱۵ (وَلَا فَتْرَ) کی تشریح میں بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس سے لوگوں کے اس عقیدہ کی نفی ہوتی ہے کہ ماہ صفر منحوس ہے، اس میں مصائب و آفات پیش آتی ہیں (شرح بخاری للقطلانی ج ۸ ص ۲۱۸ مجمع بحار الانوار میں ہے، صفر سے مراد ماہ صفر ہے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اس میں کثرت سے مصائب و پریشانیاں پیش آتی ہیں، لہذا شارع علیہ السلام نے اس کی نفی کی ہے (مجمع بحار الانوار ج ۲، ص ۲۵۱)

ہندوستان میں بھی خالی "کامہینہ الیہ ہی بھاجا ہے، اور اس میں تقریبات وغیرہ سے پرہیز کیا جاتا ہے،

۱۶ قطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے، وہ ایک جانور ہے جو جوک لگنے پر غصناک ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی اپنے مالک ہی کو مار ڈالتا ہے، لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ خارش سے بھی زیادہ متعدی چھوت والا ہے، اس کو امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے جو وہ اپنی صیغ میں لائے ہیں، اس کے مقصود متعین ہو گیا،

(رج ۸، ص ۲۱۸)

کے پیٹ میں کوئی بھوت بلاگٹس جاتی ہے کہ وہی کھاتی چلی جاتی ہے اس کو صفر کہتے تھے، سو یغیر خدا نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے کچھ بھوت بلا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بعضے مرضوں کے ساتھ کچھ بلا خیال کرتے ہیں اور اسی کو مانتے ہیں، جیسے سیتلا اور سانی اور برہمی، سو یہ سب غلط ہے اور یہ بھی ان میں مشہور تھا کہ مہینہ صفر کا نام مبارک ہے اس میں کوئی کام نہ کیا چاہئے، سو یہ بھی غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات کہنی کہ تیرہ دن صفر کے نام مبارک ہیں ان میں کچھ بلائیں اُترتی ہیں اور اسی پر ان دنوں کا نام تیرہ تیزی رکھنا کہ ان کی تیزی سے کچھ کام بگڑ جاتا ہے اور اسی طرح کسی مہینے کو یا تاریخ کو یا دن کو نام مبارک سمجھنا یہ سب شرک کی باتیں ہیں،

لَخَرَجَ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ
مَشْكُوكَةَ كَبَابِ الْفَالِ وَالطَّيْرِ فِي
حَبَابِ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ
لَكَعَابِ كَرَابِنِ مَاجِرِنِ ذَكَرِيَا كَر
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ
جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عِنْدَ ذَكَرِيَا كَرِ بْنِ خَبْرَةَ
بِيَدِ عَجْدُوْمٍ فَوَضَعَهَا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى إِلَيْكَ كَرِ فِي
مَعَهُ فِي الْقَضْعَةِ قَالَ
هَاتِحُ يَلِكُ كَرِ أَيْنِ سَاتِحُ كَرِ فِي
كُلِّ نَفْسَةٍ بِاللَّيْلِ وَتَوَكَّلْ
وَيَا، پھر فرمایا کہ کھا اللہ پر اعتماد
کے اور ادھر بھر دہ کر کے،

ف :- یعنی ہم کو اللہ پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ، جس کو چاہے بیمار

۱۔ عوام کا عقیدہ تھا کہ صفر کے شروع کے تیرہ دن زیادہ خطرناک ہوتے ہیں لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ماہ صفر کی ان تاریخوں میں زیادہ مصیبتیں آتی ہیں، ہندوستان کے عوام اس کو تیرہ تیزی کہتے ہیں،

کر دے جس کو چاہے تندرست، ہم کسی بیمار کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کا لگ جانا نہیں مانتے،

أَخْرَجَ الْبُودَازِدُ عَنْ جُبَيْرِ
 بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَمُفْرَاتٍ فَقَالَ جُهِدَتْ
 الْأَنْفُسُ وَجَبَّحَ الْعِيَالُ وَ
 نُهِكَّتِ الْأَمْوَالُ وَصَلَّتِ الْأَنْعَامُ
 فَاسْتَقَى اللَّهُ لَنَا فَأَنَا نَسْتَفْعِ بِكَ
 عَلَى اللَّهِ وَأَنْتَ تَفْعَلُ بِاللَّهِ مَعِيَ قَالَ الْبُحَيْرِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعْنَا
 لِلَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ فَمَا زَالَ
 يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذَلِكَ
 فِي فُجُوءِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ
 وَيْحَكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَفْعَى بِاللَّهِ
 عَلَى أَحَدٍ شَانَ اللَّهُ الْعَظِيمُ
 مِنْ ذَلِكَ وَنَحْيَكَ أَنْ تَدْرِي
 مَا اللَّهُ إِنْ تَعَرَّضَكَ
 عَلَى مَمْلُوتِهِ لَمْ كَذَا

مشکوٰۃ کے باب بعد الخلق میں لکھا
 ہے کہ البوداؤد نے ذکر کیا کہ جبیر بن
 نے نقل کیا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس ایک گنوار، پس کہا
 کہ سختی میں پڑ گئیں جانیں اور بھوکے
 مرتے ہیں کہنے اور مر گئے مواشی، سو میں
 مانگو اللہ سے ہمارے لیے کیونکہ ہم
 سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ
 کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس،
 پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرا ہے، اللہ
 نرا ہے اللہ سوال اللہ کی پاکی یہاں
 تک بولتے رہے کہ اس کا اذان کے
 یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے
 لگا پھر فرمایا کہ کیا بیوقوف ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا
 اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے
 کیا بیوقوف ہے تو جانتا ہے کیا پیغمبر

أَوْ قَالَ بِأَمَّا بَعْدَ مِثْلُ اللہ بے شک تحت اس کا اس کے
 الْقَبَّةَ عَلَيْهِ وَآلِهِ آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور بتلایا
 لَيَطُّ بِهٖ أَطْيَطُ اپنی انگلیوں سے کہ ڈبک کی طرح اور بیشک
 الرَّفْلِ بِالزَّرَكِبِ وہ چڑچڑ بوتلہ ہے اس سے جیسا چڑچڑ
 برے پلان اونٹ کا سوار کے بوجھ

ف۔ یعنی ملک عرب میں قوط پڑتا تھا سو ایک گنوار نے اگر پیغمبر خدا کے
 دیدار اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس، ہم
 چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس سویر بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت
 میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے
 اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے، پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو جو کسی پاس اپنا سفارشی ٹھہراتے
 تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر
 سے وہ کر دے سو جب یہ کہا اللہ کو سفارشی پیغمبر کے پاس ہم نے ٹھہرایا سو گویا اصل
 مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی، سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی
 ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے
 آسمان و زمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ
 کی عظمت نہیں تمام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چڑچڑ بوتلہ ہے سو کسی مخلوق کی کیا طاقت
 کہ اس کی بڑائی کا بیان بھی کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی
 دوڑا سکے پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت،
 وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کے اور بغیر کسی وزیر اور شیر کے ایک آن میں کروڑوں
 کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے روبرو سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کسی کام کا

فقہ ابن کے بیٹے، سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس کے
 دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے
 بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اثر کی غفلت بھری ہوتی ہے بیان کرنے لگے
 پھر کیا کہتے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا سارشتہ یا دوستی
 آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے
 رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دو برس بڑا ہوں، کوئی
 کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کی صورت نہ
 دیکھوں اور کسی نے یہ بیت کہی ہے۔

دل از مہر محمد ریش دارم

رقابت باخدا ی خویش دارم

اور کسی نے یوں کہا، ع

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الہییت سے انفل بتاتا ہے، اللہ پناہ میں کہے ایسی ایسی
 باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی شاعر نے۔

ان خدا خواہیم تو فنیق ادب

بے ادب مہر و گشت از فضل رب

مصنف نے جو اقوال نقل فرمائے ہیں وہ حضورؐ کی مدح میں خلو کرنے والوں کی عبارتوں سے
 ماخوذ ہیں اور ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں بعض باتیں تو ہندوستانی اور فارسی ادب میں
 مزب للثل کے طور پر مشہور ہو گئی ہیں،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑتے ہیں
یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینیا لٹڈ، یعنی اسے شیخ عبدالقادر دو تم اللہ کے واسطے یہ لفظ

لہ اکثر فقہائے مذاہب اور محقق صوفیاء کرام اس وظیفہ کے عدم جواز کے قائل ہیں اس سلسلہ
ان کے مضامین اور فتوے ہیں یہاں ہم فخر المآثرین مولانا عبدالحی و فرنگی علی مکنوی (م ۱۲۰۷ھ) جو
کثیر التعداد مشہور کتابوں کے مصنف ہیں، جو اب نقل کرتے ہیں جو اس وظیفہ کے متعلق استفتا
کے جواب میں لکھتے فرماتے ہیں اور اس طرح کے وظیفہ سے پرہیز فروری ہے، پہلی یہ کہ یہ وظیفہ لفظ
(شینیا لٹڈ) پر مشتمل ہے، بعض فقہاء نے اس جیسے لفظ کہنے والے کے کفر کا فتویٰ دیا ہے،
دوسری بات یہ کہ یہ وظیفہ مردوں کو دور سے پکارنے پر مشتمل ہے اور شریعت سے یہ ثابت نہیں کہ
اویسا لٹڈ کو دور سے پکار سننے کی قدرت حاصل ہے، شریعت سے صرف یہ ثابت ہے کہ جو ان کی
قبروں کے پاس جلتے اور سلام کرے اس کو سنتے ہیں، جو شخص غیر اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ
رکھے، اور کلمہ چھپے کے ہر وقت اور ہر آن جلنے کا عقیدہ رکھے وہ شرک کا مرتکب ہوا، سیدنا شیخ
عبدالقادر جیلانی م اگرچہ امت محمدیہ کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں اور ان کے فضائل و کمالات گنتی
و شمار سے باہر ہیں تاہم یہ ثابت نہیں کہ وہ دور سے فریاد و زوہائی سننے اور فریادوں کی فریادرسی
کرنے پر قادر ہیں، اویسا اعتقاد رکھنا کہ وہ اپنے مریدوں کے حالات کو ہر وقت جانتے تھے اور
ان کی پکار کو سنتے تھے، مشرکاد عقائد میں سے ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی و فرنگی علی مکنوی

مکنوی ج ۱ ص ۱۲۶)

بعض علماء نے کچھ شرائط اور تاویلات کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا ہے، اس عقیدہ کا
اپنانے والا جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو سمجھتا ہوا اور اس کے مقصود صرف شیخ کی مدعا نیت سے استفادہ
ہو، شریعت اسلامی نے تو بہت سے ان ذرائع تک سے روکنے کا اہتمام کیا ہے جو شرک سے

حاشیہ گذشتہ کا رد

بہت کم درجے کے ہیں لیکن موجب فساد ہیں، تو عقیدہ کے بگاڑ کو شریعت کیونکر گوارا کرے گی، شرک میں مبتلا ہونا کیوں کر منظور ہوگا کہ اس سے بڑا کوئی بگاڑ نہیں، حیرت ہے آخر کس بات نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت قریب بلکہ قریب تر سے بھی زیادہ قریب ہے، اور تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَ الْعِبَادُ عَنِّي فَلْيَقْ قَرِيبٌ أُنِيبُ صَعَوْهُ الذَّلِيلِ إِذَا دَعَانَا

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

أَمَّنْ يَجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْتُمُ السُّورَ

خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت میں موجود ہے (جو انہوں نے اپنے صاحبزادہ شیخ عبدالوہاب کو کی ہے) اپنی تمام ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیا اور اس سے اس کو طلب کر دیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ مت کر دیا اور اس کے سوا کسی اور کا سہارا نہ لیا اور توحید کو دانتوں سے پکڑ لو (جلاس الفتح الیرانی، ص ۶۶۵) فتوح الغیب اور فتح الزبانی میں مذکور ان کے ملفوظات و تقریریں اس طرح کی وصیتوں اور غیر اللہ سے اعانت و طلب کرنے پر تنبیہ و عقاب سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ بعض عبارتوں میں گذر چکا ہے، اس سلسلہ میں عارف باللہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور شیخ جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے نام سے مشہور ہیں، اور تیرہویں صدی ہجری کے تربیت روحانی اور دعوت و ارشاد کے ائمہ میں سے ہیں اور ان کی ولایت و جلالت شان متفق علیہ ہے ان کے ملفوظات کی یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا للشر" کہا تو ایک فیسی آواز مجھے سنائی دی، وہ میرے کانوں سے اس طرح نکلا رہی تھی کہ مجھے اس میں شک نہیں کوئی کہہ رہا ہے، "يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ شَيْنًا لِلَّهِ" کہو یہ واقعہ ان کے ابتداء عہد کا ہے، (دور المعارف، ص ۵۲)

نہ کہا چاہئے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجا ہے،
 غرض کہ ایسا لفظ منہ سے نہ بولے کہ جس سے کچھ بوشرک کی یا بے ادبی کی آوے کہ اس کی
 بہت بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پروا بادشاہ ہے، ایک نکتہ میں پکڑ لینا اور ایک نکتہ
 میں نواز دینا اسی کام ہے اور یہ بات محض بیجا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور
 اس سے کچھ اور معنی مراد لے کر معر اور سپیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں کچھ اللہ کی جناب میں
 ضرور نہیں کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا، اور جگت نہیں بولتا
 اس کام کے واسطے درست آشنا ہیں نہ باپ اور نہ بادشاہ،

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا
 رَوَاهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عمرؓ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَتَبَ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تمہارے
 اَسْمَاءُكُمْ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ سب ناموں میں ایسا نام عبد اللہ
 وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ و عبد الرحمن ہے۔

ف :- یعنی عبد اللہ کے معنی بندہ اللہ کا، اور عبد الرحمن کے معنی بندہ رحمن کا، اور
 اسی میں داخل ہے، عبد القویس، عبد المللیل، عبد الخالق، خدا بخش، اللہ دیا، اللہ داد، غرض
 جس نام میں اللہ کی طرف نسبت نکلے خصوصاً اللہ کے ویسے نام کا ذکر ہو کہ اور کسی کو نہیں بولتے،

۱۔ بیان لوگوں کے نزدیک ہے جو انبیاء کرام اور علمائے امت کا وسیلہ درت جانتے ہیں۔

۲۔ مولف کتاب نے یہاں کچھ ہندوستانی ناموں کا ذکر کیا ہے جن کا عربی میں ترجمہ کر دیا گیا اس کا

مقصود وہ نام ہیں جو اللہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، خصوصاً اس کا معنی جن کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔

أَخْرَجَ الْبُودَ أَوْ دَوَانَاتٍ
 عَنْ شَرِيحِ بُرْجَانِيٍّ عَنْ
 أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا وَقَدَّ إِلَيْ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِيهِ
 سَبَعُهُمْ تَكْتُوبُهُ بِأَبِي الْكُكْرِ
 فَلَمَّاهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُكْرُ
 وَالِيَهُ الْمُكْرُ فَلَمَّ تَكْتُوبُ
 أَبَا الْكُكْرِ

مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا
 ہے کہ بود اود دواناتی نے ذکر کیا
 کہ شریح نے نقل کیا اپنے باپ سے کہ
 وہ جب آیا ینیبہ خد کے پاس
 اپنی قوم کے ساتھ، تو حضرت نے سنا
 ان لوگوں کو کہتے ہیں اس کو ابو الحکم
 یعنی اصل تفسیر چکا دینے والا، پھر
 فرمایا اس کو پیغمبر خدا نے کہے شک
 اللہ ہی ہے اصل تفسیر چکانے والا،
 اور اس کا ترجمہ حکم، پھر ترجمہ کو کیوں
 کہتے ہیں ابو الحکم،

ف۔ یعنی یہ بات کہ ہر تفسیر چکا دے اور ہر جگہ امثالہ، یہ اللہ ہی کی
 شان ہے کہ آخرت میں ظہور کرے گی کہ پہلے پھلے دین و دنیا کے جگڑے سب صاف
 ہو جائیں گے اس بات کی کسی مخلوق کو طاقت نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ
 اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اور اس میں وہ پایا جاتا ہے اور کسی کو نہ کہے، جیسے بادشاہوں
 کا بادشاہ مالک سارے جہاں کا خداوند جو چاہے کہ ڈالے معبود بڑا داتا ہے پر دواعلی
 ہذا القیاس۔

اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے القاب کے سلسلہ میں تاریخ نے بہت سے شعراء درباریوں،
 خوشامدیوں اور منافقوں کی حد سے بڑھی ہوئی ایسی مبالغہ آرائیوں کا تذکرہ کیا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حاشیہ گذشتہ کا ۱۔

جو شہادت میں ممنوع و حرام ہیں اور جسے ذوقِ سلیم ابا کرتا ہے بعض اوقات خود ان بادشاہوں نے اپنے ایسے القاب رکھے ہیں جو ان کی کم علمی اور خدا کے سامنے ڈھٹائی اور فانی حکومت اور ختم ہوجانے والے قوت و اقتدار پر غرور و گھمٹ پر دلالت کرتے ہیں، تاریخ نے عضد الدولہ نشتا خسرو بن رکن الدولہ بن بوریہ دیلمی متوفی ۳۷۲ھ کا ایک شعر نقل کیا ہے جو اس بے ادبی اور غلط روی کی بہتر مثال ہے وہ کہتا ہے۔

أنا عضد الدولة وابن كبرها ملاء - الاملاك فلاب القدر

میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ شاہنشاہ عالم اور قدر پر فخر پانے والا ہوں اسی طرح سے تاریخ نے خالی عین و معتدین کے اپنے شیوخ اویاد اللہ اور صلحائے امت کے بارے میں جو نہایت غلط و ناپسندیدہ تعبیریں نقل کی ہیں اس کو بھی بیان کیا ہے، اور امت مسلمہ کے غیور علمائے دین برابر ان خوش آمدیوں پر نکیر کرتے رہے ہیں، اس سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ مورخین نے شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کا ذکر کیا ہے، جب بغداد کے خلیفہ الملک الصالح کا انتقال ہوا تو بادشاہ نے ایک مجلس تعزیت قائم کی جس میں اعیان و اکابر علماء اور شعراء کو جمع کیا، ایک شاعر نے خلیفہ کے مرنے میں یہ شعر کہا۔

مات من كان لعضد اجنادہ الموت

ومن كان يخشاه القضاء

وہ شخص انتقال کر گیا جس کے شکاریوں میں خود موت بھی شامل تھی وہ شخص مات

پا گیا جس سے خود قضا خائف رہتی تھی،

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس شعر پر سخت نکیر کی اور اس کی سزا و قید کا حکم دیا، سزا کے بعد عرصہ تک قید میں رہا، حکام و امراء کی سفارش سے اس کی توبہ قبول کی گئی اور اس کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں ایک قصیدہ کہے جو قضا و قدر سے کھلاؤ اور کرنے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لَخْرَجَ فِي شَرْحِ التَّنْزِيهِ مشکوٰۃ کے باب الہامی میں لکھا
 عَنْ حُدَيْفَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ ہے کہ شرح التنبی میں ذکر کیا کہ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نقل کیا حدیفہؓ نے کہ پیغمبر خدا
 لَأَتَقُولُوا مِثْلَ مَا أَتَى اللَّهُ نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کہ جو چاہے
 مُحَمَّدًا قَوْلًا مِثْلَ مَا أَتَى اللَّهُ اللہ اور محمدؐ اور بولا کہ جو چاہے اللہ
 وَقَوْلَهُ . فقط ،

فنا۔ یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں ہو
 اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے خواہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب، مثلاً
 یوں نہ بولے کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلا نام ہو جاوے گا کہ سارا کاروبار جہاں کا
 اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی
 سے کہے کہ فلا نے کے دل میں کیا ہے یا فلا نے کی شادی کب ہوگی، یا فلا نے درجت
 میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں نہ کہے کہ اللہ و
 رسول ہی جانے، کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر، اور اس بات کا
 کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے یا فلا نے کی بات میں اللہ
 ورسول کا یوں حکم ہے، کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتادی ہیں اور سب
 بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا،

(فقہ حاشیہ گذشتہ کا) کا کفارہ بن جائے،

الابداع فی مضار الابداع

للشیخ علی محفوظ (ص ۱۱۵)

مشکوٰۃ کے باب الایمان والتذویر
میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا
کہ نقل کیا ابن عمرؓ نے کہ تمنا میں
نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے جس
قسم کھائی غیر اللہ کی، سو بے شک
شرک کیا۔

مشکوٰۃ کے باب الایمان والتذویر
میں کہا کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا
عبدالرحمن بن نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہ
قسم کھایا کرو جو جوئے سمجھو کی اور نہ
یاپ دادوں کی،

مشکوٰۃ کے باب الایمان والتذویر
میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر
کیا کہ ابن عمرؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا
نے فرمایا کہ اللہ سے تم کو یاپ
دادوں کی قسم کھانے سے جس کو قسم
کھانا ہو سو اللہ ہی کی قسم کھا رہے
یا چپ رہے۔

مشکوٰۃ کے باب الایمان والتذویر
میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ ابْنِ
عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ
فَقَدْ أَشْرَكَ،

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ
عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا بِالطُّوَلِيفِ
وَلَا بِأَبَائِكُمْ،

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ ابْنِ
عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ
يَنْهَكُمُ أَنْ تَحْلِفُوا بِأَبَائِكُمْ
مَنْ كَانَتْ حَالَتُهُمْ فَلْيُحْلِفْ
بِاللَّهِ أَوْ لِيَصُمْتُ،

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ ابْنِ
عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

مَعْنِيهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
 حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ
 يَا لَلَّاتِ وَالْعُزَّىٰ فَلْيَقُلْ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 کہ ابو ہریرہؓ نے نقل کیا پیغمبر خدا
 سے کہ فرمایا جو کوئی قسم کھایا چاہے
 پھر قسم کھا بیٹھے لات و عزیٰ کی توجہ ہے
 پھر کہے کہ لا الہ الا اللہ

ف :- یعنی عرب کے لوگ کفر کی حالت میں بتوں کی قسم کھاتے تھے سو
 جن مسلمانوں کے منہ سے اس عادت کے موافق قسم نکل جاوے تو پھر لا الہ الا اللہ کہہ
 لیوں، ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاوے اور اگر منہ سے نکل
 جاوے تو توبہ کیجئے اور جن کی قسم کھانے کا مشرکوں میں دستور ہے اس کی قسم کھانے سے
 ایمان میں خلل آتا ہے،

لَخَرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ نَائِبِ بْنِ
 ضَمَّالٍ قَالَ سَدَّرَ رَجُلٌ
 عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَجَرَ ابِلًا
 بِوَانَةِ فَأُتِيَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَجَبُوا
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 وَسَلَّمَ حَلَّ كَأَنْ فِيهَا وَتَنْ مِنْ
 أَوْتَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ مَا لَوْ أَلَا
 قَالَ كَأَنْ فِيهَا عِيدَيْنِ أَحْيَا وَحَيَّرَ
 قَالُوا لَا فَسَلْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 مشکوٰۃ کے باب الایمان والاندوز میں
 لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ نائبات
 نے نقل کیا کہ ایک شخص نے منت
 مانی پیغمبر خدا کے وقت میں کہ ذبح
 کرے اونٹ ایک مقام میں کہ اس کا
 نام ہوانہ تھا پھر آیا پیغمبر خدا کے
 پاس اور خبر دی ان کو سو فرمایا پیغمبر خدا
 نے کہ کیا تھا اس میں کوئی تمنا کفر
 کے وقت کا کہ پوجتے ہیں لوگ کہا کہ
 نہیں پھر پوچھا کہ وہاں کوئی تہوار
 ہوا تھا ان کا لوگوں نے کہا کہ

مَلِيحٍ وَسَلْدٌ أَوْ فَبِئْسَ ذَرْكَ
 هُنَّ لَأَوْفَاءَ لِبَدْرِ فِي
 نہیں فرمایا کہ تو پوری کر منت اپنی
 کیونکہ نہ پوری کیا چاہتے ایسی منت
 کہ کچھ اس میں اللہ کا گناہ ہو۔

ف۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کی منت ماننی گناہ ہے سو ایسی منت کو پوری نہ
 کرنا چاہئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور تو اللہ کے سوا کسی اور کی منت نہ مانئے اور
 جو مانی ہو تو پورا نہ کیجئے کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے پھر اس پر ہٹ کر نا اور زیادہ گناہ،
 دوسرے بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے سوائے اور کسی کے نام پر جانور چڑھاتے ہوں یا پوجا
 کرتے ہوں یا اور کسی طرح کا وہاں جمع ہو کر شرک کرتے ہوں، تو اللہ کے نام کا بھی جانور
 نہ لے جائے اور کسی طرح ان میں نہ شریک ہو جئے نہ اچھی نیت سے نہ بری نیت سے کہ ان
 سے مشابہت کرنی خود بری بات ہے۔

اَخْرَجَ أَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي
 نَفْرٍ مِنَ النَّهْجِيِّينَ وَالْأَنْصَارِ
 فَمَا بَعِيرُهُ فَجَدَلَهُ فَقَالَ
 أَصْحَابِي يَا رَسُولَ اللَّهِ
 يَجْدُلُكَ الْبَهَائِمُ
 وَالشَّجَرُ فَخَفَّ أَحَقُّ
 أَنْ تَجْدَلَكَ فَقَالَ أُنْبِدُوا
 رَبَّكُمْ وَالْكَرِيمُوا
 مشکوٰۃ کے باب عشرة النساء میں
 لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا
 کہ نبی بی عائشہ نے ذکر کیا کہ پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم ہساجین اور انصار
 میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر
 اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کو، سو ان کے اصحاب کہنے
 لگے کہ لے پیغمبر خدا تم کو سجدہ
 کرتے ہیں جانور اور درخت، سو ہم
 کو ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں،

اَحَاكُمُ - سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب
کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی،

۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد ہروی مکی جو ملاح علی قاری کے نام سے مشہور ہیں، مشکوٰۃ
المصابیح کی شرح مرآة المفاتیح میں حضور کے قول اَلرَّبُّ وَالْاَحَاكُمُ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کا
مطلب یہ ہے کہ آپ کی ایسی تعظیم کرو جو قلبی محبت اور ایسے اکرام کی آئینہ دار ہو جو آپ کی ظاہری
اور باطنی اطاعت پر مشتمل ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے،
مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْمُلْكَ وَالنَّبُوَّةَ، ثُمَّ
يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ، وَلَكِنْ كُونُوا
رَبَّانِيْنَ -

اور اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اَلَا مَرْتَبٌ بِهٖ اَنْ يَعْبُدُوْا اللّٰهَ يَوْمَ يُنْفَخُ
رہا اونٹ کا سجدہ تو یہ ایک خرق عادت بات ہے جو اللہ کے حکم اور سخر کر دینے سے پیش آئی،
اونٹ کے فعل میں حضور کا کوئی دخل نہیں تھا، اونٹ حکم خداوندی کے سامنے مجبور تھا جیسے اللہ تعالیٰ
نے فرشتوں کو حضرت آدم کے سجدہ کا حکم دیا تھا، واللہ اعلم۔

طیبی؟ فرماتے ہیں اس کی عزت و تکریم کرو جو تمہاری ہی طرح انسان ہے اور آدم ہی کی
اولاد ہے اس کی عزت اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت بخشی اور رسول بنایا ان کی طرف
وحی فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لَوْ حَسِبُوا الرَّحْمٰنُ
مولانا عبدالحق محدث دہلوی (ج ۶ ص ۲۷۷) مشکوٰۃ کے حاشیہ اللغات میں فرماتے ہیں،
آپ تو اضعاف اور دوسروں کو یہ بتانے کے لیے کہ سجدہ اور عبادت کے بارے میں لوگوں ہی کی طرح آپ
جیسا کہ انسان ہیں آپ کے لیے سجدہ یا آپ کی عبادت نہیں کی جاسکتی۔

ف۔ یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء، امام و امام زادہ، پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوتے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کو بعض درخت اور بعض جانور مانتے ہیں چنانچہ بعضے درگاہوں پر شیر حاضر ہوتے ہیں اور بعضے پر ہاتھی اور بعضے پر بھیڑیے، مگر آدمی کو اس کی کچھ سند نہ پکڑنی چاہئے بلکہ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ اللہ نے بتلائی ہو اور شرع میں جائز ہو مثلاً قبروں پر عبادت بنا شرع میں نہیں بتایا سو ہرگز نہ بنے اور کسی کی قبر پر کوئی شیرات دن بیٹھا رہتا ہو تو اس کی سند نہ پکڑے کہ آدمی کو جانور کی ریس نہ کرنی چاہئے۔

مَشْكُوَّةُ كَبَابِ عَشْرَةِ النَّارِ	اَخْرَجَ الْبُودَاؤِدُ عَنْ قَيْسِ بْنِ
میں لکھا ہے کہ البوداؤد نے ذکر کیا کہ	سَعْدٍ قَالَ آتَيْتُ الْمَبِيرَةَ
قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک	فَرَأَيْتُهُمْ يَجِدُونَ عَلَازِلَ زَبَانٍ
شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں	كَهُمْ فَقُلْتُ لِمَ رَسُولُ الْاَشْجِ
میں نے وہاں کے لوگوں کو کہہ کر سجدہ	مَلَى الْاَشْجِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ
کرتے تھے اپنے راہرو کو سو کہا میں نے	اَنْ يَنْجِدَكَ فَاتَيْتُ
البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ	رَسُوْلَ الْاَشْجِ مَلَى الْاَشْجِ عَلَيْهِ

۱۔ حقیقت اور مخلوق ہونے میں رب ایک، باپ ایک، تم میں ہر فرد آدمی نے بنا ہے اور آدمی سے بنے تم
۲۔ اس کا راز اور اس کی حکمت خدا ہی کے علم میں ہے،

وَسَلَّمَ فَذَلَّتْ إِلَىٰ آتَيْتُ
 الْحَيْرَةَ فَكَرَأَيْتُهُمْ لِيَجِدُو
 لِمَنْ زِيَابٌ لَهُمْ فَأَنْتَ آخِئٌ
 أَنْ يَجِدَا لَكَ فَتَالَ
 لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتُ
 بِقَبْرِ بِي أَلَيْسَ تَجِدَلَهُ
 قَلْبِي لَأَفْتَالَ
 لَأَفْعَلُوا -

کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے
 پاس پھر کہا میں نے گنگیا تھا حیرہ میں
 سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ
 کرتے ہیں اپنے راجہ کو، سو تم بہت
 لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو تو فرمایا
 مجھ کو بھلا خیال تو کہ جو تو گزرے میری
 قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا
 میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو،

ف یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق
 ہوں سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی
 زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا
 ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار، پھر مر کر خدا نہیں بن گیا ہے،
 زندہ ہی بندہ ہے،

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي
 حَصْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولُنَّ
 أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَصْحَتُ
 لَكُمْ مُبَيِّدُ اللَّهِ وَمَحْلُ

مشکوٰۃ کے باب الاسامیٰ میں لکھا ہے
 کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابو ہریرہ نے نقل
 کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ کوئی تم میں سے یوں نہ بولے
 کہ میرا بندہ اور میری بندگی تم سب اللہ

فارسی اور ہندی ادب و شاعری میں یہ تعبیریں عام ہیں، مثلاً شاہرپرست، پیرپرست، ہنرپرست، کافر خنیز

لَسَاؤُكُمْ إِمَاءَ اللَّهِ وَلَا
يَقُلُ الْعَبْدُ لِيَدُ مَوْلَايَ
فَإِنَّ مَوْلَاكُمْ اللَّهُ،
کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں سب اللہ
کی بندہ ہیں اور غلام بھی اپنے
میاں کو یوں نہ کہے کہ میرا مالک کیونکہ
تم سب کا مالک اللہ ہے۔

ف :- یعنی میاں اپنے غلام و لونڈی کو اپنا بندہ اور بندہ ہی نہ کہے اور غلام اپنے
میاں کو اپنا مالک نہ کہے کیونکہ مالک اللہ ہے اور باقی سب اسی کے بندے ہیں،
نہ ایک دوسرے کا بندہ ہے نہ اس کا مالک، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی کا حقیقت
میں غلام ہی ہے سو وہ بھی آپس میں یہ گفتگو نہ کریں کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا
مالک پھر جھوٹ موٹ کا بندہ بننا اور عبد اللہ بنی اور بندہ علی اور بندہ حضور اور پرستار خاص
اور امر و پرست اور آشنا پرست اور پیر پرست اپنے تئیں کہلوانا اور ہر کسی کو خد اور خد
خدا نیگانہ دانا کہہ بیٹھا تو محض بیجا ہے اور نہایت بے ادبی، اور ذرا سی بات میں کہنا کہ
تم ہماری جان و مال کے مالک ہو، ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو کرو، محض جھوٹ اور
شرک کی بات ہے۔

لَخَرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ مُحَمَّدٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَطْرُقِي كَمَا
الْمَرْتِ النَّصَارَى عَيْسَى
بُنْتِ مَرْيَمَ فَلَمَّا أَنَا مَبْدُءُ
فَقَوْلُوا مَبْدُءُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ
مشکوٰۃ کے باب المغاخر میں لکھا
ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو
حد سے مت بڑھاؤ جیسا کہ عیسائی بن مریم
کو نصاریٰ نے حد بڑھا دیا،
سو میں تو اس کا بندہ ہی ہوں سو یہی کہو
کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول،

ف۔ یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں سو بیان کر دوہ
 سب، رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں
 اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی ہی رہتا ہے اور بندہ ہونا
 ہی اس کا فرض ہے، کچھ اس میں خدائی کی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا
 سو یہ بات کسی بندہ کے حق میں نہ کہا چاہئے کہ نصاریٰ ایسی ہی باتیں حضرت عیسیٰ کے
 حق میں کہہ کر کافر ہو گئے اور اللہ کی درگاہ سے راندے گئے سو اسی لیے پیغمبر خدا نے
 اپنی امت کو فرمایا کہ تم نصاریٰ کی چال مت چلو اور اپنے پیغمبر کی تعریف میں حد سے مت
 بڑھو کہ نصاریٰ کی طرح کہیں مردود نہ ہو جاؤ، لیکن انہوں نے ان کی امت کے بے ادب
 لوگوں نے ان کا حکم نہ مانا اور آخر نصاریٰ کی سی باتیں کہنے لگے، کیونکہ نصاریٰ بھی حضرت
 عیسیٰ کو یہی کہتے تھے کہ اللہ ان کے ہمیں میں ظاہر ہوا اور وہ ایک طرح سے انسان
 ہیں اور ایک طرح سے خدا، سو بعینہ یہی بات بعضوں نے حضرت کی شان میں کہہ ڈالی،
 چنانچہ کسی نے یوں کہا ہے

فی الجملہ ہمیں بود کہ می آمدومی رفت
 بہر قرن کہ دیدی در عاقبت آن شکل عرب والہ بر آمد
 واری جہاں شد

اور کسی نے یوں کہا ہے
 تقدیر بیک ناقہ نشانبر و مجمل
 سلمای حدوث تو دلیلائے قدم را

۱۔ جیسے سرکہ پانی میں مل جاتا ہے، یہ نصاریٰ کے بعض فرقوں کا عقیدہ ہے۔

۲۔ سلمی الحدیث سے مراد حضورؐ ہیں اور سلمی القدم سے مراد ذات باری ہے۔

تا مجمع امکان را و جویت نہ نوشتند

مورد متعین نشد اطلاق اسم را

بلکہ بعضے جھوٹے دعا بازوں نے اس بات کو خود پیغمبر خدا کی طرف نسبت کیا ہے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے "اَنَا الْحَمْدُ بِمَا مَبِیْرٌ" اور اسی طرح ایک بڑی سی عبارت عربی بنا کر اور اس میں ایسی ایسی خرافاتیں جمع کر کے اس کا نام خطبۃ الافتخار رکھا ہے اور اس کو حضرت علیؑ کی طرف نسبت کیا ہے، "سَبَّحَانَكَ مَا ذَابُهَا تَبَّحْتَ عَظِيمًا" اللہ سارے جھوٹوں کا منہ کالا کرے اور جس طرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ سارے کاروبار اس جہاں کے اور اُس جہاں کے حضرت عیسیٰ کے اختیار میں ہیں اور جو کوئی ان کو مانے اور ان کی التجا کرے اس کو بندگی کی کچھ حاجت نہیں اور کچھ گناہ اس کو خلل نہیں کرتا، اور کچھ حرام و حلال کا اس کے حق میں امتیاز کرنا ضرور نہیں وہ خدا کا ساندھ بن جاتا ہے جو چاہے سو کرے، حضرت عیسیٰؑ آخرت میں اس کو شفاعت سے بچالیں گے، سو اسی طرح کا عقیدہ جاہل مسلمانوں کو حضرت پیغمبر کی جناب میں ہے بلکہ ان سے اکثر اماموں کی اور اولیاء کی بلکہ ہر مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں، اللہ پر ایت کرے۔

اُخْرِجِ الْبُودَاوِدَ عَنْ مَطَرِيْنِ	مشکوٰۃ کے باب المفارقة میں
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النَّخَعِيِّ	لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ طرف
قَالَ اِنْتَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي	نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر
هَامِرِ الْمُرْسُولِ الْاَلِيَّةِ صَلَّى	کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے
اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا	پاس، پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو
فَقَالَ اَلَيْدَالِهُ فَقُلْنَا	ہمارے سو فرمایا کہ سردار تو اللہ ہے
وَاَنْضَلْنَا فَضْلًا وَاَمَطْنَا حَوْلًا	پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو

فَتَان قَوْلُوا قَوْلَكُمْ أَوْ
 بَعْضَ قَوْلِكُمْ فَلَا
 يَنْجُرِيَنَّكُمْ الشَّيْطَانُ

بزرگی میں اور بڑے سخی ہو، سو فرمایا
 کہ غیر اس طرح کا کلام کہو اس سے بھی
 تمہارا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب
 نہ کر دے شیطان۔

ف۔ یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف
 ہو سوہی کرو، سوان میں بھی اختصار ہی کرو، اور اس میدان میں منحہ زور گھوڑے کی طرح
 مت دوڑو کہ کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہو جائے اب سنا چاہتے کہ سردار کے
 لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے
 سو کرے، جیسے ظاہر میں بادشاہ، سو یہ بات اللہ ہی کی شان ہے، ان معنوں کو اس کے
 سوائے کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل
 حاکم کا حکم اول اس پر آئے اور اس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا کہ ہر قوم کا چودہری اور
 گاؤں کا زمیندار، سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت
 کے لوگوں کا، اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے
 شاگردوں کا، کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں
 کو سکھاتے ہیں سو اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے
 نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ
 اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں، ان معنوں کو ان کو سارے جہاں کا سردار کہنا
 کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ ضروریوں ہی جاننا چاہئے اور ان پہلے معنوں سے ایک چیونٹی کا
 بھی سردار ان کو نہ جانتے، کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف
 نہیں کر سکتے۔

مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں
 لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ بی بی
 عائشہؓ نے نقل کیا کہ انہوں نے خرید
 ایک غلیچہ کہ اس میں تصویریں
 تھیں، پھر جب اس کو دیکھا پھر غیر خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے، دروازہ پر کھڑے
 ہو گئے اور اندر گئے، سو پہچانی میں نے
 ان کے چہرے پر ناخوشی کہا میں نے
 یا رسول اللہ میں تو برکتی ہوں اللہ اور
 اللہ کے رسول کے روبرو کیا گناہ
 کیا میں نے، سو غیر خدا نے فرمایا کہ
 کیا ہے یہ خالیچہ، کہا میں نے کہ تمہارے
 لیے خریدیا ہے میں نے کہ اس پر بیٹھو اور
 اس کا حکم بناؤ سو غیر خدا نے فرمایا
 کہ ان تصویروں والے قیامت کے
 دن عذاب میں پھنس گئے اور کہا
 جائے گا ان کو کہ جان ڈالو اس چیز
 میں کہ بتائی تم نے اور فرمایا کہ جس
 گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے
 نہیں آتے۔

اَخْرَجَ الْجَارِي عَمْرُ
 عَائِشَةَ أَنَّهَا اشْتَرَتْ
 نَمْرُقَةً فِيهَا
 لُصَاوِيرٌ فَلَمَّا رَأَاهَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ
 فَلَمَّا دَخَلَ فَعَرَفَتْ فِي
 وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ قَالَتْ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَوْبُ إِلَيْكَ
 وَلِلرَّسُولِ مَاذَا أَذْنَبْتُ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هَذِهِ
 لِنَمْرُقَةٍ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا
 لِأَنْ لِيَتَعَدَّ عَلَيْهَا وَتَوَدَّعَا
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّ أَصْحَابَ صُفْهِ السُّورِ
 يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ
 يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا سَخَلْتُمْ
 وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي
 فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ
 الْمَلَائِكَةُ۔

ف :- یعنی اکثر مشرک مودتوں کو پوجتے ہیں سو اس لیے فرشتوں کو تصویروں سے گمن آجاتی ہے اور پیغمبروں کو بھی ان سے نفرت ہے اور ان کے بنانے والوں پر غضاب ہوگا کہ بت پرستی کا سامان اکٹھا کرتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض جاہل لوگ پیغمبر کی یا اماموں کی یا اولیاءوں کی یا اپنے پیروں کی تصویروں کی تعظیم کرتے اور اپنے پاس برکت کے لیے رکھتے ہیں سو محض گمراہ ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے اور پیغمبر اور فرشتے ان سے بیزار ہیں بلکہ سب تصویروں کو ناپاک سمجھ کر گھر سے دور کیجئے کہ پیغمبر بھی خوش ہوں اور فرشتے بھی اس گھر میں آویں اور ان کے قدم سے گھر میں برکت پھیل جائے۔

مَشْكُوَّةُ كَيْفَ بَابِ التَّصَاوِيرِ فِي لُكْمَا	اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَبْدِ
ہے کہ یہ بتی نے ذکر کیا کہ عبد اللہ	اللَّهِ بْنِ مَبْسُوبٍ قَالَ
بن عباس نے نقل کیا کہ تمنا میں نے	سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ سب	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُولُ أَشَدُّ
لوگوں سے بڑا غضاب قیامت کے دن اس	النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
شخص کو ہے کہ اس نے کسی نبی کو مارا	مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا أَوْ قَتَلَهُ
یا اس کو کسی نبی نے مارا یا اس نے	نَبِيًّا أَوْ قَتَلَ لَعَدُوًّا وَالدِّيْبِ
کسی اپنے ماں باپ کو مارا اور تصویر	وَالْمُصَوِّرُونَ وَمَا لَمْ
بنانے والوں کو اور اس عالم کو کہ اس	لَهُمْ تَنْفِيعٌ بِعَلِيٍّ -
کو اس کے علم سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔	

ف :- یعنی تصویر بنانے والا بھی ان بڑے بڑے گنہگاروں میں داخل ہے یہاں سے تصویر بنانے کا گناہ سمجھا چاہئے کہ زید و ثمر نے تو پیغمبر کو نہیں مارا بلکہ پیغمبر کے

نواسے کو اور امام وقت کو کہ پیغمبر کا نائب تھا اور تصویر بنانے والے کو خود پیغمبر کے قاتل کا سا گناہ ہے تو وہ زبرد اور شمر سے بھی بدتر ہے۔

لَخَرَجَ الشَّيْخَانِ عَنِ ابْنِ
 حُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ
 أَطْلَمَهُ وَمَنْ ذَهَبَ
 يَخْلُقُ كَمَا خَلَقُوا فَلْيَخْلُقُوا
 ذَرَّةً أَوْ لَيْدٍ يَخْلُقُوا أَحَبَّ إِلَيَّ
 أَوْ شِعِيرَةً .

مشکوٰۃ کے باب التعداد میں لکھا
 ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابو ہریرہؓ
 نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا سے سنائیں
 نے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 کہ کون زیادہ بے ادب ہوگا اس
 شخص سے کہ ارادہ کرے کہ پیدا کرے
 جیسے میں پیدا کرتا ہوں سو جلا ایک
 ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جوتو پیدا
 کریں۔

ف :- یعنی تصویر بنانے والا پردے میں خدائی کا دعویٰ کرتا ہے، کہ جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں اس کی مثل بنانے کا ارادہ کرتا ہے سو بڑا بے ادب اور یہ اس کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ ایک دانہ کے بنانے کا بھی مقدور نہیں محض نقل کا ارتقا،

لَخَرَجَ زُرَيْبٌ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّهُ لَأُرِيدُ أَنْ تَرَفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي لَأَقْبُ
 أَنْزَلَنِي بِهَا اللَّهُ تَعَالَى أَنَا
 مَعَمَّ دُونَ عَبْدِ اللَّهِ

مشکوٰۃ کے باب الفاختہ میں
 لکھا ہے کہ زربین نے ذکر کیا کہ انیس
 نقل کیا کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ
 بے شک میں نہیں چاہتا کہ بڑھا دو
 تم مجھ کو زیادہ اس مرتبہ کہ اللہ
 نے مجھ کو تو میں وہی عمر بن

وَرَسُوْلَهٗ
 بِشَاعِدِ اللّٰهِ كَاكَ اللّٰهِ كَابْنَدِهٖ هِي هِي
 اور اس کا رسول۔

ف :- یعنی جیسے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں سو پیغمبر ان سے نہ تھے کیونکہ اور سرداروں کو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا خواہ درست ہو رہے خواہ بگڑ جائے اور پیغمبر خدا اپنی امت کے بڑے مربی شفیق تھے اور ان پر بہت مہربان اور رات دن ان کو اپنی امت کے دین ہی درست کرنے کا فکر تھا، سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری امت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بہت احسان مند، امدید دستور ہے کہ جب کسی کو کسی کی محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھے گا تو خدا ہی کی بے ادبی کرے گا اور اس سے اس کا دین بالکل برباد ہو جائے گا اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جاوے گا سوا سی لیے فرمایا کہ مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا، سو میرا نام محمد ہے، نہ اللہ نہ خالق نہ رزاق اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں، اور بندہ ہی ہوں میرا اظہر، مگر اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل، سوان کو اللہ کا دین مجھ سے سیکھنا چاہتے، سولے ملک ہمارا اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں درود و سلام بھیج اور انہوں نے جیسا ہم سے جاہلوں کو دین کے سکھانے میں حد سے زیادہ کوشش کی سو تو ہی اس کوشش کی قدر دانی کر کہ ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے مقدر و سوجیسا تو نے اپنے فضل سے

لہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :- لَعَلَّكَ بَاخِعٌ لَقَدَّتْ عَلَىٰ اَنَارِهِم اِنْ لَمْ
 يَوْمِئِذٍ هَذَا الْمَدِيْنَةِ اَسْفَا، (کہو)

ہم کو شرک و توحید کے معنی خوب سمجھائے اور لا الہ الا اللہ کا مضمون خوب تعلیم کیا اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحّد پاک مسلمان بنایا اسی طرح اپنے فضل و بعت و سنت کے معنی خوب سمجھا اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر اور بدعتی بد مذہبیوں میں سے نکال کر سنی پاک مُتَّبِعِ سُنَّتِہِ کَاکْر۔ آمین یا رب العالمین،

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔